آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حکومت کیسے قائم ہوئی کے موضوع پر

مجلس درس

منعقدہ اسلامک اکیڈیمی آف مانچسٹر بتاریخ ۳ اگست ۱۹۹۶ء

خطاب

مفکر اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب دامت برکاتھم

ڈائریکٹر اسلامک اکیڈیمی مانچسٹر (برطانیہ)

Printed by:

IDEAL PRINTING SERVICE

Dark Lane, off Chancellor Lane, Ardwick, Manchester M12 6FA.

Telephone: 0161-273 5449

فہرست مضامین

گذارش احوال

الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفی اما بعد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حکومت کس طرح قائم ہوئی ؟ یہ اسلامی تاریخ کا ایک اہم سوال ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ سب کچھ ہوچکا اب خلافت نہ کسی سے واپس لی جاسکتی ہے اور نہ اس دور کے لوگوں میں سے کسی کو دی جاسکتی ہے سو کس قدر نادان ہیں وہ لوگ جو آج اس پر بحثیں کرتے ہیں کہ خلیفہ کس کو ہونا چاہئے اور کس قدر بدزبان ہیں وہ ذاکر جو حقائق کو مسخ کرکے ان بزرگوں کے خلاف دن رات تبرا کرتے ہیں

ہاں اس سلسلہ میں جو واقعات رونما ہوئے وہ بیشک ہماری تاریخ کا جزء ہیں اور یہ کوئی ایسی تاریخ نہیں جو عالمی سطح پر کچھ ہمارے لئے باعث ننگ وعار ہو بلکہ یہی وہ تاریخ ہے جس کی روشنی میں مسلمانوں کا یہ دعوے پورا اترتا ہے کہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو امن کے ایوانوں اور جنگ کے میدانوں میں برابر چلتا ہے - کیا عقائد اور کیا اعمال کیا اخلاق اور کیا سیاسیات - عدالتیں ہوں یا کاروبار کی منڈیاں ہر دائرہ زندگی میں خلافت راشدہ کا آفتاب چمکا اور ہماری تاریخ کی آئندہ چودہ صدیوں میں اگر کہیں کوئی اچھائی کی کرن پھوٹی تو وہ اسی آفتاب کی ایک کرن ہے

اسلامک اکیڈیمی آف مانچسٹر میں قرآن کریم کا ہفتہ وار درس گذشتہ بائیس سال سے متواتر ہورہا ہے اس درس میں صرف مانچسٹر کے احباب ہی نہیں بلکہ دور کے دوسرے شہروں سے بھی لوگ جوق درجوق اس میں شریک ہوتے ہیں - ۳ اگست ۹۶ء کے درس میں چلتے چلتے ضمنا یہ بات آگئی کہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حکومت کس طرح قائم ہوئی پھر سوالات کرنے والوں نے بات کا رخ کچھ اس طرف پھیردیا کہ یہ تاریخی واقعات ایک ترتیب سے سامنے آتے چلے گئے - جو حضرات شریک درس تھے ان میں سے بعض احباب کی خواہش ہوئی کہ اسے ایک پمفلٹ کی صورت میں شائع کردیا جائے کہ جس سے منتشر قلوب مطمئن اور پراگندہ ذھن پرسکون ہوسکیں - احباب کی اس خواہش کے پیش نظر ہمارے محترم جناب محمد سلیم صاحب نے یہ درس

کاغذات کے صفحات پر اتارا اس درس میں بیان ہی بیان تھا حوالے نہ تھے ۔ اب جبکہ یہ درس کتابی صورت میں سامنے آرہا ہے تو ضرورت محسوس ہوئی کہ اسے حوالوں کے ذریعہ مزین کردیا جائے راقم الحروف نے اسکے ضروری حوالے حاشے میں نقل کردیئے ہیں تاکہ اگر کوئی سیاہ دل اس میں شک کرے تو وہ اسکی تحقیق کیلئے اصل کتابوں کی طرف مراجعت کرسکے ۔ مفکر اسلام حضرت علامہ خالد محمود صاحب دامت برکاتھم کا اس درس میں انداز سمجھانے کا ہے مناظرانہ نہیں اسلئے راقم الحروف نے بھی حاشیہ میں اسی پیرایہ کو سامنے رکھا ہے

محترم جناب حاجی محمد نیاز صاحب (آئیڈیل پرنٹنگ سروس) لائق تشکر ہیں کہ انہوں نے راقم الحروف کے ان تیار کردہ اوراق کو پریس کے حوالہ کیا اور آج اکیڈیمی کی یہ ایک اور تبلیغی خدمت آپ کے ہاتھ میں ہے ۔

قارئین سے درخواست ہے کہ اس درس کو غور سے ملاحظہ فرماویں اور ان حقائق کو سمجھیں انشاء اللہ وہ خود محسوس کریں گے کہ مسلک اہل سنت والجماعت کا دامن بہت صاف روشن اور بے داغ ہے ۔ جو احباب اس درس کو خود نہ پڑھ سکتے ہوں پڑھے لکھے حضرات کو چاہئیے کہ وہ انہیں یہ درس سنادیں اور کبھی کبھی سناتے رہیں تاکہ مسلک اہلسنّت والجماعت انکے سامنے بھی منقح ہوجائے اور کوئی سیاہ دل اور سیاہ لباس میں ملبوس ذاکر انہیں اپنے سیاہ جال کا شکار نہ بناسکے

محمد اقبال رنگونی عفا اللہ عنہ

مجلس درس

یہودیوں نے کس طرح قومی ضد سے حضور صلی اللہ و علیہ وسلم کی رسالت کا انکار کیا اور پھر مسلمانوں میں گھس کر حضور کی خلافت کو ایک اختلافی مسئلہ بنایا

الحمد اللّٰہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

ولما جاء ھم کتاب من عند اللّٰہ مصدق لما معھم وکانو من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاء ھم ما عرفوا کفروا بہ فلعنہ اللہ علی الکافرین پ البقرہ ۸۹

اللہ تبارک وتعالی جل شانہ ارشاد فرماتے ہیں ۔ یہود کے بارے میں **ولما جاء ھم کتاب** اور جب آئی کتاب ان کے پاس اللہ کی طرف سے **مصدق لما معھم** تصدیق کرنے والی اس چیز کی جو ان کے پاس تھی ۔ اس کتاب سے مراد قرآن کریم ہے ۔ جب اللہ تعالی نے قرآن کریم اتارا تو قوم یہود کی جو کتاب پہلے سے تھی تو اس کا نام تھا تورات ۔ تو اس کتاب نے یعنی قرآن کریم نے اس کتاب کی تصدیق کی کہ واقعی وہ اللہ کی بھیجی ہوئی کتاب تھی اور اللہ تعالی کی نافذ کردہ شریعت تھی ۔ یہود کے سامنے قرآن کریم کوئی ایسی کتاب نہیں آئی جس نے ان کی کتاب کی تردید کرنی ہو ۔ بلکہ یہ کتاب ان کی کتاب کی تصدیق کرتی ہے جب یہ کتاب ان کی کتاب کی تصدیق کرنے کے لئے آئی تو ان کو چاہئے تھا کہ وہ اس کتاب کو بھی قبول کرتے اور اس پیغمبر کی نبوت و رسالت کو بھی قبول کرتے ۔ لیکن وہ ضد میں آگئے ۔

ضد میں آکر حضور کی نبوت کا انکار

پہلے حال یہ تھا جیساکہ روایات میں ہے احادیث میں آتا ہے کہ یہود کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے پہلے مشرکین سے جو جنگیں ہوتی رہیں تو جنگ کے موقع پر وہ اللہ تبارک تعالی سے

مدد مانگتے تھے اس نبی کے وسیلہ سے ۔ کہ یا اللہ جو پیغمبر آخر الزمان آنے والا ہے اس کی برکت سے ہمیں فتح دے ۔ (۱) **وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا** تو پہلے یہود کھلے طور پر کہتے تھے کہ وہ پیغمبر عرب میں آنے والا ہے اور فاران کی چوٹیوں پر اس کا ظہور ہو گا اور فاران کی چوٹیاں اس کی آمد پر پکاریں گی کہ پیغمبر آخر الزمان آگیا ۔ تو اتنی شہرت دے رکھی تھی یہود نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کی اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کتاب آئی اس نے کھلے بندوں کہا کہ وہ تورات کی بھی تصدیق کرتی ہے ۔ ان حالات میں یہود کو چاہئے تھا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قبول کرتے جن کو وہ پہچان رہے تھے سالوں سے جن کی خبریں سن رہے تھے سالوں سے ۔ ان کا فرض تھا کہ پھر اس پیغمبر کو قبول کرتے لیکن ایک ضد کی بنا پر یہ مقابلے پر کھڑے ہوگئے ۔ آپس میں کہتے تھے کہ یہ ہے وہی پیغمبر جس نے آنا تھا لیکن ضد کی بنا پر مخالف ہوگئے

یہ عام شہرت تھی کہ پیغمبر آخرالزمان کا دور قریب آگیا

اللہ تبارک تعالی فرماتے ہیں کہ جب یہ مخالف ہوگئے اور اس سے پہلے یہ اللہ کے حضور فتح مانگا

---

(۱) مدینہ کے یہود جب قبائل عرب سے شکست کھاکر عاجز ہوجاتے تو اپنے علماء کی تعلیم سے یہ دعا کرتے تھے

اللھم ربنا انا نسئلک بحق احمد النبی الامی الذی وعدتنا ان تخرجہ لنا فی آخر الزمان وکتابک الذی تنزل علیہ آخر ماینزل ان تنصرنا علی اعدائنا الہی ہم کو نبی آخر الزمان حضرت احمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے وسیلے سے برکت عطا فرما اور ہمیں ہمارے دشمنوں پر کامیاب فرما (رواہ الحاکم والبیہقی)

قاضی شوکانی لکھتے ہیں - **والاستفتاح الاستنصار ای کانوا من قبل یطلبون من اللہ النصر علی اعدائھم بالنبی المنعوت فی آخر الزمان الذی یجدون صفتہ التوراہ** (تفسیر فتح القدیر ج ۱ ص ۱۱۲)

کرتے تھے اس پیغمبر کی برکت سے اس کے وسیلہ سے ۔ مدد دینے والا اور فتح دینے والا صرف اللہ ہے لیکن اللہ کے حضور اگر اس کے مقربین کو وسیلہ بنایا جائے اور ان کی برکت سے دعا مانگی جائے تو وہ قبولیت کے زیادہ قریب ہوتی ہے ۔ تو اللہ تعالی کے حضور وسیلہ لانا بشرطیکہ مانگنا اللہ سے ہو یہ جائز ہے ۔ یہود ایسا کیا کرتے تھے کہ پیغمبر آخر الزمان کے واسطہ سے اللہ کے حضور دعائیں کیا کرتے تھے ۔ تو اگر واسطہ اور وسیلہ سے دعا کرنا ناجائز ہوتا تو اللہ تعالی فرما دیتے کہ یہودیوں کا یہ عمل غلط ہے تو اللہ تعالی کسی کی کوئی بات نقل فرمائیں اور اس کی تردید نہ کریں تو یہ دلیل ہے اس بات کی کہ ایسا جائز ہے باقی مانگنا اللہ سے چاہئے لیکن بزرگوں کا انبیاء کا اللہ کے مقربین کا واسطہ دینا خدا کے حضور اس میں کوئی حرج نہیں یہ بالکل جائز ہے ۔

خدا کو وسیلہ نہ بنانا چاہئے اسمیں بے ادبی ہے

آجکل جس کو لوگ وسیلہ کہتے ہیں وہ اس کے بالکل الٹ ہے وہ مانگتے ہیں بزرگوں سے اور اللہ تعالی کو وسیلہ بناتے ہیں ۔ اور کہتے ہیں کہ اللہ کے لئے دے دو ۔ اے فلانے بزرگ اللہ کے کے لئے دے دو ۔ تو اللہ کیا بن گیا وسیلہ اور مانگا کس سے بزرگ سے ۔ حالانکہ چاہئے تھا کہ مانگا اللہ سے جائے اور بزرگ جو ہیں ان کو وسیلہ قرار دیا جائے ۔ اور اللہ تعالی کے حضور ان کو پیش کیا جائے کہ یااللہ فلاں بزرگ کی نیکیوں کا صدقہ اور ان کی برکات کا صدقہ تو ہماری دعا کو قبول فرما ۔ اللہ فرماتا ہے کہ یہود جب میدان جنگ میں جاتے تھے تو علی الاعلان کہتے کہ یا اللہ جو پیغمبر آنے والا ہے آخری دور میں ۔ جو آئے گا فاران کی چوٹیوں پر جسکی کی صدا بلند ہو گی تو ان کے واسطہ سے انکی برکت سے ہمیں فتح عطا فرما تو ایک طرف اس پیغمبر کو اتنا سر آنکھوں پر رکھنا کہ اس کے نام سے اللہ تعالی سے مانگنا اور جب وہ آگیا تو ضد پر کھڑے ہو گئے اس سے پتہ چلا کہ ہدایت اللہ کے اختیار میں ہے ۔ یہ صرف جاننے کی بنیاد پر نہیں ۔ جاننا علم ہے ۔ اب یہودیوں کو علم تھا کہ یہ پیغمبر آخر الزمان ہیں بلکہ دوسرے مقام پر فرمایا **یعرفونہ کما یعرفون ابناء ھم** (پ ۲ البقرہ ۱۴۶) کہ یہ اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتے ہیں جس طرح کوئی اپنے بیٹوں کو پہچانتا ہو ۔

جس طرح اپنے بیٹے کو پہچاننے میں کوئی مغالطہ نہیں اس طرح ان کو کوئی مغالطہ نہیں تھا پیغمبر آخر الزمان کے بارے میں لیکن جب وہ آئے تو ضد میں آگئے معلوم ہوا کہ ضد بڑا خطرناک مرض ہے کہ یہ جانے اور مانے ہووں سے بھی انکار کروا دیتا ہے ۔ حاصل کلام یہ کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ انہوں نے بہت برا سودا کیا ۔ بہت برا سودا کیا کہ اپنی ضد کو پالا اور اپنی آخرت کو بالکل تباہ کر لیا ۔ تو فرمایا بہت ہی برا سودا ہے کہ انہوں نے اپنی جانوں کو خریدا ایمان کے بدلے ۔ کہ وہ انکار کرتے تھے اس کا جو اللہ تعالی نے اتارا ضد کی وجہ سے ۔

یہودیوں کے ضد کی وجہ کہ نبوت بنو اسمٰعیل میں کیوں آگئی

یہودیوں کی ضد یہ تھی کہ اللہ تبارک تعالی نے اپنا فضل عربوں پر کیوں بھیجا یہ پیغمبر بنی اسرائیل پر میں کیوں نہیں آیا ۔ بنو اسرائیل ابراہیم علیہ اسلاہ والسلام کی اولاد کی دوسری لڑی تھی اور بنو اسماعیل یہ عربوں کی تھی اور یہودی اسی غم میں مارے گئے کہ ہائے یہ آخری پیغمبر اور خدا کی آخری امانت بنو اسماعیل میں کیوں آگئی ۔ اسی بناء پر یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہو گئے انہوں نے یہ نہ سوچا کہ ہم کون ہیں اللہ کی رحمت تقسیم کرنے والے ۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کس پر اتارے اللہ اعلم حیث یجعل رسالته (پ ۸ الانعام ۱۲۴)

مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن

سو بنو سرائیل یہود مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن ہوئے ۔ اللہ تعالی نے قرآن کریم میں ایک مقام میں فرمایا لتجدن اشدالناس عداوه للذین امنوا الیهود والذین اشرکوا (پ ٦ المائده ٨٢) اے مخاطب تم پاو گے کہ دشمنی میں سب سے زیادہ سخت ایمان والوں کے ساتھ یہود ہیں ۔ تو سب سے بڑے دشمن یہود ہوئے ۔ یہود نے مسلمانوں کے خلاف جو سازشیں کی وہ ہماری تاریخ کا حصہ ہیں میں یہ کہہ رہا تھا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ کا جو دین اترا اور نبی پاک صلی

اللہ و علیہ وسلم نے اللہ کی امانت پوری کی پوری قوم تک پہنچا دی اور پھر آپ صلی اللہ و علیہ وسلم کو سفر آخرت پیش آگیا ۔ یہودی اس سے پہلے یہ امید لگائے بیٹھے تھے کہ یہ پودا پروان نہیں چڑھے گا اس طرح کہ عربوں میں ہر تحریک اور ہر پروگرام کو کامیابی حاصل ہوتی ہے بیٹوں کے ذریعے ۔ باپ بات کرے اور بیٹے بڑے ہو جائیں جوان ہوجائیں اور باپ کی بات کو آگے لے جائیں سو جو فتح بھی ہوتی ہے وہ ہوتی ہے بیٹوں کے ذریعے ۔ تو اس پیغمبر کا تو کوئی بیٹا نہیں ۔ بیٹیاں ہیں بیٹا کوئی نہیں تو اس کی وفات کے فورا بعد یہ اسلام کا درخت خود بخود جھڑ جائے گا ۔ (معاذ اللہ)

یہودیوں کی شجر اسلام کے اکھڑنے کی امید

یہ یہود امید لگائے بیٹھے تھے ۔ پہلے تو انتظار کیا اور جاننے کے باوجود کہ یہ وہی پیغمبر آخر الزمان ہیں اور آپ کو نہ مانا اور جب اسلام اپنی پوری بہار دکھا چکا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنا دین مکمل ہونے کا اعلان کرچکے پھر ان یہودیوں کو اس بات کی پریشانی ہوئی کہ ہم سمجھ رہے تھے کہ ان کا بیٹا کوئی نہیں تو یہ بات ختم ہوجائے گی لیکن انہوں نے دیکھا کہ جس کا کوئی بیٹا نہیں اس کے ساتھ سینکڑوں لوگ قربان ہونے کے لئے تیار کھڑے ہیں جو مشن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا اس کو آگے پہنچانے کے لئے اور کامیاب کرنے کے لئے ایک جماعت کی جماعت آپکے ساتھ تھی ۔ تم بیٹے کی بات کر رہے ہو کسی کا ایک بیٹا ہوتا ہے کسی کے دو کسی کے چار ۔ تو دو چار بیٹوں کے ساتھ وہ کام نہیں ہوسکتا جو پوری دنیا میں ایک انقلاب کی شکل میں آئے ۔ وہ انقلاب آیا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک نہیں سینکڑوں جانثار کھڑے ہوگئے ۔ بیٹا باپ کے سلسلے کو اتنا کامیاب نہیں کرسکتا جتنا صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو کامیاب کیا ۔ یہودی امید لگائے بیٹھے تھے کہ مسلمان گئے کہ گئے آپکا کوئی بیٹا نہیں ہے ۔

خاتم النبیین کے ہاں اولاد نرینہ نہ ہونے پر اعتراض کا آسمانی جواب

اللہ تعالی نے قرآن پاک میں فرمایا ان یہودیوں کے جواب میں کہ یہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اس پیغمبر کا کوئی بیٹا نہیں ان کے بارے میں خبر دی کہ اے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم جو تیرا دشمن ہو گا وہی ابتر ہو گا۔ اسی کا کام باقی نہیں رہے گا۔ تیرا کام باقی رہے گا یہ ابتر کا لفظ ہے عربی زبان کا بگڑ کر بن گیا پنجابی زبان میں اونتر۔ جس کا کوئی بیٹا نہ ہو اسے اونتر کہتے ہیں تو اللہ تبارک تعالی نے فرمایا جو تیرا دشمن ہے وہ ابتر ہے یہ نسل اسکی نہ رہے گی تو یہودی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سخت دشمن ہیں ان کا سلسلہ آگے نہیں چلے گا۔ تیرا سلسلہ آگے چلے گا گو تیرا کوئی بیٹا نہیں لیکن تیرے سینکڑوں جانثار تیرے مشن کے لئے کھڑے ہوں گے۔ اور پوری دنیا میں انقلاب لائیں گے ۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹا نہ ہونے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچا اللہ تعالی نے ہزاروں جانثار دے دئے اور یہودی جو ضد کی بنا پر دشمنی کررہے تھے ان کو اللہ تبارک تعالی نے ناکام کردیا تو اللہ تبارک تعالی نے فرمایا اے میرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جو تیرا دشمن ہو گا وہ ابتر ہو گا۔ ان کی آگے نسل نہیں ہوگی بقا نہیں ہوگی ۔

خلفائے ثلاثہ کی اولاد دنیا میں کثرت سے موجود ہیں

ایک بات سامنے آتی ہے کہ شیعہ لوگوں نے جو یہ پروپیگنڈا کر رکھا ہے کہ خلفائے ثلاثہ تینوں خلافت کے حقدار نہ تھے یہ دراصل حضور صلی اللہ وسلم کے مخالف تھے اور انہوں نے طاقت کے بل بوتے پر حکومت پر قبضہ کررکھا تھا جس سے وہ خلافت کے غاصب ٹھہرے ۔ آپ ان لوگوں سے پوچھیں کہ ابوبکر صدیق عمر فاروق اور عثمان غنی ان کی اولاد آگے چلی ہے کہ نہیں ۔ جو لوگ صدیقی کہلاتے ہیں وہ ابوبکر صدیق کی اولاد ہیں ۔ جو فاروقی کہلاتے ہیں وہ عمر فاروق کی اولاد ہیں جیسے مولانا عبد الشکور فاروقی جو عثمانی کہلاتے ہیں جیسے مولانا شبیر عثمانی وہ حضرت عثمان کی اولاد ہیں تو اس وقت اعداد و شمار کے لحاظ سے پوری دنیا میں صدیقی . فاروقی اور عثمانی سلسلے چل رہے ہیں تو ان سے بارہا کہا گیا ہے کہ قرآن تو کہتا ہے **ان شانئک ھو الابتر** جو تیرا دشمن ہے وہ ابتر ہو گا اس

کی بقا نسل نہیں ہو گی ۔ آپ نے کبھی سنا ابو لہب کی اولاد دنیا میں موجود ہے ۔ نہ ۔ جو قرآن کا اعلان تھا کہ جو تیرا دشمن ہے وہ ابتر ہو گا اس کی نسل باقی نہیں رہے گی تو ابوبکر صدیق ۔ عمر فاروق اور عثمان غنی اگر واقعی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف ہوتے جیسا کہ شیعہ کہتے ہیں تو قرآن کی رو سے ان کی نسل آگے کیوں چلی ۔ اور اتنی پھیلی کہ جہاں جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد پھیلی یا حضرت علی کی اولاد پھیلی وہاں وہاں انکی اولاد پھیلی ۔ سینکڑوں ہزاروں آدمی آپ سنیں گے کہ جن کے نام کے ساتھ آگے صدیقی آتا ہے یا فاروقی آتا ہے عثمانی آتا ہے اور علوی آتا ہے ۔ یہودیوں نے جب دیکھا کہ ہم تو سمجھ رہے تھے کہ اس پیغمبر کا بیٹا کوئی نہیں تو یہ سلسلہ کامیاب نہیں ہو گا لیکن ان کے ساتھیوں نے اتنے تدبر سے اس کام کو سنبھال لیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت تو اسلام کا پرچم صرف حجاز پر لہرا رہا تھا مکہ پر مدینہ پر ۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی اس تیزی سے آگے بڑھے کہ چند گنتی کے سالوں میں اسلام کا جھنڈا روم ایران یمن مصر شام پر لہرا گیا تو یہ جو انکو کامیابی ہوئی وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی کامیابی تھے ۔ جو جھنڈا لہرایا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی تھا ۔ تو یہ بطور خادم کے اور علمبردار کے اس جھنڈے کے اٹھانے والے تھے اور کامیابی تو حضور کی ہو رہی تھی ۔

یہودیوں کی صحابہ کو آپس میں لڑانے کی سازش

اب یہودیوں نے پھر سازش کی اور سازش یہ کی کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو آپس میں لڑانے کا سوچا۔ اور یہ تحریک چلائی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ ہوئے خلافت پر بزور آگئے ان کے بارے میں پروپیگنڈا کیا گیا کہ یہ خلیفہ نہیں خلیفہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو بنایا تھا ۔ اور انہوں نے زبردستی قبضہ کرلیا ہے ۔ ہم نے جب بھی ان سے پوچھا کہ حضرت علی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلیفہ کب بنایا تھا یہ کہتے ہیں کہ اٹھارہ ذو الحج کو ۔ انکی حدیث کی جو مستند کتابیں ہیں ان میں امام باقر کے حوالہ سے یہ بات لکھی گئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ؟ ب حج کرکے مدینہ منورہ چلے تمام

ساتھی اپنے اپنے وطن کو لوٹ گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مدینہ والوں نے بھی مدینہ کو لوٹنا تھا۔ حضرت ابو بکر حضرت عمر حضرت عثمان حضرت علی اور نبی پاک یہ سارے مدینہ کے رہنے والے تھے تو یہ مدینہ جارہے تھے کہ رستے میں ایک مقام آیا جس کو کہتے ہیں غدیر خم۔ (۱) وہاں مسافر ٹھہر گئے جس طرح چلتے ہوئے مسافر کہیں سٹاپ کرتے ہیں کہ ذرا آرام کرلیں یہ کل تیرہ آدمی تھے (۲)۔

غدیر خم کے کنارے کا اعلان

تو اس تالاب کے کنارے حاجی مسافر ٹھہرے تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں اعلان فرمایا کہ جس کا مولا میں اس کا مولا علی۔ مولا کے معنی عربی زبان میں دوست کے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ جس کا دوست میں اس کا دوست علی۔ اے اللہ اس کو دوست رکھ جو علی کو دوست رکھے۔ اور اس سے دشمنی رکھ جو علی سے دشمنی رکھے۔ اسکا سبب یہ ہوا تھا کہ ایک شخص حضرت علی سے لڑ پڑا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سمجھایا اور اس کی خاطر ان سب کو سنایا کہ جو علی سے لڑا ہے اسکی طرف اللہ کے طرف سے ناراضگی ہے تو آپ نے فرمایا کہ جس کا دوست میں ہوں اس کا دوست علی۔ اس کا خلافت سے یا نظام حکومت سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ آپ نے تو یہ بات کہی تو یہودیوں نے اس کو اساس بنایا۔ اور کہا کہ غدیر خم پر حضور نے حضرت علی کو اپنا جانشین قرار دیا تھا اور کہ دیا تھا کہ یہ لو میرا خلیفہ علی ہے انکے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ **من کنت مولاہ فعلی مولاہ** اس پر شیعہ لوگوں نے اتنی محنت کی کہ اس حدیث کو ثابت کرنے کے لئے انہوں نے کتابیں لکھیں اور پراپیگنڈہ کیا کہ اس میں خلافت کا اعلان ہے۔

(۱) **فقام بولایه علی علیه السلام یوم غدیر خم فنادی للصلاة جامعه وامر الناس ان یبلغ الشاهد الغائب ---- فانزل الله عزوجل الیوم اکملت لکم دینکم** (اصول کافی ج ۲ ص ۲۰۵ مع الشافی)

(۲) مسند علی بن ابی طالب ج ۱ ص ۱۸۲۔

نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ کیا شیعہ نوجوان اور کیا شیعہ عوام۔ وہ تو اپنی تاریخ کو اس طرح یاد رکھتے ہیں کہ اٹھتے بیٹھتے یہی باتیں کرتے ہیں یہ بات تو انکے عوام کو بھی زبان زد ہوتی ہے اور سنی عوام اپنے بیک گراونڈ BACK GROUND سے تقریبا ناواقف ہیں۔ بڑی بڑی عمر کے بھی ہوگئے لیکن اگر یہ واقعات پوچھے جائیں کہ یہ کب ہوئے اور حضور کو سفر آخرت کب پیش آیا تو وہ باتیں یاد نہیں۔ نتیجہ کیا ہوتا ہے کہ جب بھی کوئی شخص شیعہ اپنی اس من گھڑی بات کو ثابت کرتا ہے تو پھر لوگ بھاگے بھاگے آتے ہیں مسجدوں میں کہ جی وہ یہ کہہ رہا ہے۔ تو کیا مسلمان نوجوانوں کا یہ فرض نہیں کہ اپنے مذہب کے ساتھ اتنی دلچسپی تو رکھیں کہ اسکے بارے میں بنیادی تاریخی معلومات ہر وقت ذہن میں رہیں اپنے مذہب سے ایسی لاتعلقی بھی کیا کہ کبھی ان واقعات کو سنا بھی نہیں خود اپنی سٹڈی STUDY کوئی نہیں۔ نتیجہ کیا ہوتا ہے کہ جب کوئی مخالف اپنا وار کرتا ہے کئی لوگ ایمان کی دولت سے محروم ہوجاتے ہیں اور ان کے ساتھ ہوجاتے ہیں۔

خاتم النبیین کی سیاسی جانشینی کا مسئلہ

یہ مسئلہ شیعوں کے ہاں اصولی مسائل میں سے ہے۔ یہ ان کے بنیادی مسائل میں سے ہے۔ کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر جب دین مکمل ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانشینی کیسے طے ہوئی خلافت کا مسئلہ کیسے طے ہوا۔ سو اس کو یاد رکھئے اور میں بار بار یہ بات دہرا دیتا ہوں تاکہ وہ پختہ طور پر یاد ہو جائے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری وقت میں بیماری کی کمزوری کی وجہ سے جماعت کرانے کو تو اپنی عدم موجودگی میں حضرت ابو بکر صدیق کو کھڑا کیا (۱)

(۱) شیعہ علماء تسلیم کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری وقت میں حضرت ابوبکر کو اپنی جگہ امام مقرر فرمایا (دیکھئے ناسخ التواریخ ج ۱ از کتاب دوم ص ۵۴۷) **امره رسول الله بالصلوه بالناس وهو حی** (شرح نہج البلاغہ ج ۱ ص ۵۴) **فلما اشتد به المرض امر ابابکر ان یصلی بالناس --- وان ابابکر صلی بالناس بعد ذلک یومین** (شرح نہج البلاغہ درہ نجفیہ ص ۲۲۵)

اور کہا کہ یہ نماز پڑھائیں گے ۔ (۔) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نماز پڑھاتے رہے اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی ۔ آپ نے وفات سے پہلے اپنا سیاسی جانشین کسی کو مقرر نہیں کیا صرف نماز میں امام بنا کر Indication دے دی یعنی اپنی طرف سے اشارہ دے دیا کہ میری نظر میں مسلمانوں کا بڑا اس وقت یہ ہے ۔ لیکن مقرر نہیں کیا۔ مقرر اس لئے نہیں کیا کہ اس کی قوم اس کو مقرر کرے ۔ اور اللہ تعالی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعے خبر دی تھی کہ امت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے سوا کسی پر راضی نہیں ہوگی ۔ (۱) تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پیش قدمی نہ کی ۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا ۔ کہ دیکھو نماز ہمارے دین کی بنیاد ہے ۔ ہم اپنی دنیا کے لئے کس کو چنیں اپنے ملک کے لئے کس کو چنیں ۔ حکومت کے لئے کس کو چنیں ۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم اپنی دنیا کے لئے اس کو چنیں جس کو اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دین کے لئے چنا ۔ (۲) نماز دین کی چیز ہے اور خلافت انتظامی چیز ہے ۔ تو حضرت علی مرتضیٰ نے فرمایا کہ ہم اپنی دنیا کے لئے اس پر راضی ہو گئے جس پر اللہ کے پیغمبر ہمارے دین کے لئے راضی ہوئے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو صحابہ کرام نے بالاتفاق خلیفہ چن لیا تو نبی پاک

(۱) **ویابی اللہ والمومنون الا ابابکر** (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۷۳) ۔ شیعہ حضرات کے مشہور محدث ملا محمد بن یعقوب الکلینی (۳۲۸) لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اگر میری وفات ہوجائے تو لوگ ابوبکر کی بیعت کریں گے (فروع کافی کتاب الروضہ ص ۱۶۰ مطبوعہ لکھنؤ)

(۲) عن قیس بن عبادہ قال قال لی علی بن ابی طالب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرض لیالی وایاما ینادی بالصلوہ فیقول مروا ابابکر یصلی بالناس فلما قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نظرت فاذا الصلوہ علم الاسلام وقوام الدین فرضینا لدنیانا من رضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لدیننا (الاستیعاب لابن عبد البر تحت الاصابہ ج ۲ ص ۲۴۲) ۔ **فقال علی واللہ لانقیلک ولانستقیلک قدمک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الصلوہ فمن یوخرک** ؟ (انساب الاشراف بلاذری ج ۱ ص ۵۸۷ ۔ ریاض النضرہ لمحب الطبری ج ۱ ص ۲۲۹)

صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اپنے بعد کے لئے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا ۔ کیوں ۔ اس لئے کہ اگر آپ کسی کو خلیفہ بنائیں تو پھر وہ امت کے سامنے جواب دہ نہ ہوگا ۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو بناتے ہیں کہ یہ میرے بعد خلیفہ ہے تو ان پر کسی نے کوئی اعتراض کرنا ہو تو کسی کو اعتراض کا حق نہیں پہنچتا ۔ نہ ۔ کیوں کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بنایا ہوا ہے ۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو اس حال میں چھوڑنا چاہتے تھے کہ اگر ان پر عوام کی طرف سے کوئی سوال آئے تو وہ کہہ سکیں کہ آپ جواب دیں اور ان کو جواب دینا پڑے ۔ آپ نے یہ مشہور قصہ سنا ہوگا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے ایک دفعہ لمبا قمیص پہنا ہوا ہے اور ایک شخص اٹھ کر کہتا ہے کہ ہر ایک کو یمن کی ایک چادر ملی تھی تو آپ کو یہ دو چادریں کیسے مل گئیں جن سے یہ کرتا بنا ۔ کیونکہ لمبے کرتے کو ایک چادر سے زیادہ کپڑا لگا ہے ۔ حضرت عمر نے اپنے بیٹے کی طرف کی طرف اشارہ کیا عبداللہ بن عمر کی طرف ۔ انہوں نے کہا ۔ کہ جو میرے حصے کی چادر تھی میں نے باپ کو دے دی تھی ۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی صفائی پیش کی ہے نا ۔ تو صفائی پیش کرنے کا حق کیوں ہوا کیونکہ امت نے ان کو بنایا ہوا تھا امت نے ان کی بیعت کی تھی ۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ خلیفہ ایسا ہو جو قوم کے سامنے جواب دہ ہو اگر میں مقرر کر گیا تو قوم کے سامنے وہ جواب دہ نہیں ہو سکے گا ۔ وہ کہے گا کہ مجھے تو اللہ کے پیغمبر نے مقرر کیا ہوا ہے تم کون ہو سوال کرنے والے ۔ تو یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس میں حکمت تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاست تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح حالات چھوڑے کہ جو بھی خلیفہ ہو وہ قوم کے سامنے جواب دہ ہو ۔

خاتم النبیین نے امور سلطنت کیلئے کسی کو نامزد نہیں کیا

اس لئے نبی پاک نے کسی کو سلطنت کے امور کے لئے نامزد نہیں کیا ۔ نماز کے لئے کیا کیونکہ اس میں تاخیر نہیں ہوسکتی ۔ یاد رکھئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سلطنت کے لئے خلافت کے لئے امارت کے لئے امامت کے لئے کسی کو مقرر نہیں کیا یہودیوں نے مل کر ایک افسانہ تراشا کہ

غدیر خم پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو جانشین بنایا تھا تو یہ جو کہتے ہیں کہ آپ نے اپنا نائب بنایا یہ غلط ہے ۔ شیعہ بڑے اہتمام سے اس بات کا پراپیگنڈہ کرتے ہیں کہ غدیر خم پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جانشین بنایا ۔ اب COMMONSENSE(ادراک عام) یہ سوال کرتی ہے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو جانشین بنانا تھا تو عرفات کا میدان اس کے لئے مناسب تھا یا راستے کے ایک تالاب کا کنارا ۔ بھئی جب بہت بڑا اجتماع ہے اور سالانہ اجتماع ہے اور ہر علاقے کے بڑے مسلمان وہاں پہنچے ہوئے ہیں اور تاریخی دن ہے تو وہاں اعلان کرنا چاہئے تھا یا تالاب کے کنارے ۔ وہاں اعلان کرنا چاہئے تھا ۔

آیت تکمیل دین کب نازل ہوئی

اب ان پر یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ دین ہمارا مکمل ہوا ۹ تاریخ کو ۔ ذوالحج کی ۹ تاریخ تھی ۔ تو ۹ ذوالحج کو اللہ کے نام پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ ہمارا دین مکمل ۔ اس کے بعد کوئی آیت ایسی نہیں اتر سکتی جو دین کے کسی اصولی مسئلے کو بیان کرے ۔ شیعہ کا یہ عقیدہ ہے کہ نبوت کے ختم ہونے کے بعد اللہ تبارک تعالی نے سلسلہ امامت قائم کیا ۔ اور بارہ امام خدا کے مقرر کردہ God appointed باری باری آئے ۔ تو ان سے پوچھا جائے ۔ کہ یہ امامت کا مسئلہ اصولی اور بنیادی مسائل میں سے ہے یا ایک انتظامی چیز ہے ۔ ہمارے نزدیک خلافت انتظامی مسئلہ ہے آسمانی نہیں ۔ مسلمانوں کو اپنے نظم مملکت کے لئے کوئی نہ کوئی نظام بنانا ہے تو امت کا حاکم چنیں . خلیفہ چنیں امیر چنیں اپنا Head چنیں یہ انتظامی مسئلہ ہے آسمانی مسئلہ نہیں ۔ آسمانی مسائل ختم نبوت پر ختم ہوگئے ۔ جبرائیل امین جب آخری بار زمین پر آئے خدا کا پیغام لے کر آئے تو کہا یہ میرا آخری دفعہ زمین پر آنا ہے (۱) اسکے بعد کسی پیغام کے ساتھ مجھے زمین

(۱) **ھذا آخر موطی فی الارض** (رواہ البیہقی - ماخوذ از وعظ المورد الفرخی ص ۱۴۹ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ)

پر اترنا نہیں ہے ۔ خدا کی برکتیں لے کر اترنا ۔ لیلتہ القدر میں اترنا رمضان کی راتوں میں اترنا وہ اور بات ہے ۔ لیکن خدا کا پیغام لے کر زمین پر اترنا آج یہ میرا آخری مرتبہ اترنا ہے ۔ اس کے بعد پھر نہیں ۔ تو خدا کی طرف سے جو ہدایات ملتی ہیں انکو ہم اس طرح کہہ سکتے ہیں آسمانی ہدایات ۔ رہی حکومت اور خلافت تو یہ انتظامی چیز ہے نہ آسمانی ۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت نبی کے تو آسمانی ہدایات کے علمبردار تھے ۔ لیکن بطور Head of the State ہونے کے وہ انتظامی طور پر زمینی کاموں کو اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے تھے ۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جب وفات ہوگئی تو وفات ہونے کے بعد اب آسمانی ہدایت کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ آسمانی ہدایت کتاب اور سنت کی شکل میں موجود تھی باقی صرف انتظامی بات تھی ۔ اس انتظامی بات کے لئے شیعوں نے خود جو تاریخ تجویز کی وہ تاریخ ہے ۱۸ ذو الحج یعنی حج کے بعد مسلمانوں کا قافلہ (مدینے والوں کا یہ وفد) واپس آرہا تھا ۔ جب واپس آرہا تھا تو رستے میں غدیر خم پر اعلان کیا ۔ ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ تاریخ کیا تھی ۔ تو امام باقر کے بیان کے مطابق تاریخ تھی ۱۸ تو وہ کہتے ہیں کہ دین ہمارا مکمل ہوا خلافت کے ساتھ ۱۸ تاریخ کو ۔ اور ہم اہل سنت والجماعت کہتے ہیں کہ ہمارا دین مکمل ہوا ۹ تاریخ کو ۔ اب ۹ کو جو اللہ تعالی نے فرمایا کہ **الیوم اکملت لکم دینکم** آج میں نے تمہارا دین مکمل کردیا ۔ تو دین مکمل ہوا ۹ کو ۔ اگر خلافت کا مسئلہ یا نظم حکومت کا مسئلہ کوئی بنیادی مسئلہ ہوتا تو وہ ۹ تاریخ سے پہلے ہوتا ۹ کے بعد نہیں ۔ یہ جو ۹ کے بعد کی کاروائی ہے یہ دینی نہیں ۔ یہ کوئی اتفاقی ۔۔ مسئلہ تھا جو رستے میں پیش آگیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں میں ان الفاظ سے صلح کرادی کہ جو علی کو دوست نہ رکھے میں بھی اسکا دوست نہیں (اگر یہ حدیث صحیح ہو)

شیعوں کی جوابی کاروائی

شیعوں نے یہ بات بنائی ہے (۱) کہ یہ آیت **الیوم اکملت لکم دینکم** دو دفعہ اتری ہے ایک

(۱) **کما زعمہ الخلیل القزوینی فی الصافی بشرح اصول الکافی**

دفعہ ۹ کو ایک دفعہ ۱۸ کو ۔ بعض آیتیں واقعی دو دفعہ اتری ہیں ۔ سورہ فاتحہ دو دفعہ نازل ہوئی تھی ۔ تو شیعہ کہتے ہیں کہ ۹ ذوالج کو یہ آیت اتری پھر ۱۸ کو یہ آیت پھر اتری ۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ جو لفظ ہے نا آج اس میں وقت کی قید ہے ۔ سورہ فاتحہ میں کوئی وقت کی تعین نہیں ہے ۔ الحمد للہ رب العالمین ۔ سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو پالنے والا ہے تمام جہانوں کا یہ دس دفعہ بھی کہو تو ٹھیک ہے بیس دفعہ بھی کہو تو ٹھیک ہے ۔ اس میں وقت کی کوئی قید نہیں ۔ تو جس میں وقت کی کوئی قید نہیں وہ تو دس دفعہ بھی اترے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ لیکن جسمیں وقت کی قید ہے ۔ اللہ تعالی نے فرمایا ۔ الیوم اکملت لکلم دینکم ۔ آج میں نے تمہارا دین مکمل کیا ۔ تو وہ تاریخ تھی ۹ ذوالحج کی اب اگر اللہ تعالی نے دین ۹ کو مکمل کیا پھر خدا تعالی کہتا ہے ۱۸ کو کیا تو یا پہلی بات جھوٹ ہوگی یا بعد کی ۔ کیونکہ جو خبر دی جائے بقید وقت وہ ایک ہی دفعہ ہوسکتی ہے ۔ آپکے پاس ایک خط آیا آپ کہ سکتے ہیں کہ میرے پاس یہ خط منگل کو آیا ۔ اس کے بعد آپ کہیں کہ نہیں یہ خط میرے پاس جمعرات کو آیا تو سننے والا آپ کو معاف کرے گا ؟ نہیں ۔ جو چیز بقید وقت ہو اس میں Repetition نہیں ہوتا ۔ منگل کو مجھے خط آیا یہ بقید وقت ہے اب اس کو Revise کرکے ہم کہیں کہ نہیں جمعرات کو آیا تو یہ غلط بات ہوگی ۔ تو اللہ جل شانہ نے **الیوم اکملت لکم دینکم** کہہ کر ارشاد فرمایا کہ آج میں نے دین مکمل کیا اور تاریخ ۹ تھی ۔ اب یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ ۱۸ کو خدا پھر کہے کہ نہیں آج مکمل کیا ہے ۔ یا پہلی بات غلط ہوگی یا پچھلی غلط ہوگی ۔ اس پر شیعہ نے اپنے دعوے کی بنا رکھی کہ علی کی **Appointement** غدیر خم کی مقام پر ہوئی تھی اور کہا گیا کہ میرے بعد میرا جانشین علی ہو گا

حضرت علی مرتضیٰ نے یہ خود کیوں نہیں کہا

یہاں ایک اہم سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جب وفات ہوئی تو علی مرتضیٰ نے خود کیوں نہیں کہا ۔ کہ مجھے اللہ کے پیغمبر نے خلیفہ مقرر کیا ہے یا خدا نے مجھے امام بنایا ہے ۔ خود ابوبکر کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے ۔ حضرت عمر کا دور خلافت آیا تو ان کے پیچھے نمازیں پڑھتے

رہے ۔ حضرت عثمان کا دور خلافت آیا تو ان کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے ۔ حضرت علی نے تو تمام عرصہ تعاون کیا اور کبھی یہ دعوی نہیں کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ اور جانشین میں ہوں ۔ اب حضرت علی تو اعلان نہیں کرتے اور یہ کہتے ہیں کہ نہیں ان کو خلیفہ بنایا تھا ۔ اس کو عام زبان میں کہتے ہیں کہ مدعی ست گواہ چست ۔ کہ جسے دعوی اپنا پیش کرنا ہے وہ تو ست ہے وہ کچھ نہیں کہتا ۔ اور گواہ اتنا چست ہے کہ بار بار کہہ رہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو اپنا خلیفہ بنایا مدعی ست اور گواہ چست ۔ یہ بات عقل میں نہیں آئی ۔ ذہن باور نہیں کرتا ۔ اگر حضرت علی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یا اللہ تعالی نے مقرر کیا ہوتا تو وہ پوری زندگی میں ایک دفعہ تو کبھی اعلان کردیتے نا کہ مجھے اللہ نے مقرر کیا ہے ۔ وہ تو خلفائے ثلثہ کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے (۱) اور تعاون کرتے رہے اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ نہیں حضور نے حضرت علی کو مقرر کیا ہے ۔ مقرر کیا ہے ۔ آپ کی خلافت منصوص ہے

خلافت تجویز کرنے کا ایک اور موقع

پھر یہ بھی ایک بات بنائی کہ غدیر خم سے جب آپ مدینہ آگئے اور مدینہ آکر آپ بیمار ہوئے تو بیماری کے دنوں میں آپ نے کہا کہ قلم دوات لاؤ میں کچھ لکھ دوں ۔ لاؤ میرے پاس تم قلم اور کاغذ میں تمہیں کچھ لکھ دوں میرے بعد پھر تم گمراہ نہیں ہوگے ۔ یہ روایت تھی کہ آپ نے آخری وقت میں قلم دوات طلب فرمایا ۔ اس میں حضور تین باتوں کی وصیت کرنا چاہتے تھے ۔ اور وہ تینوں باتیں حدیث میں ہیں ۔ پہلی بات یہ کہ حضور فرمانا چاہتے تھے اے میرے ساتھیو جس

---

(۱) شیعہ مترجم مولوی مقبول احمد دہلوی لکھتا ہے کہ ۔ پھر آپ (یعنی حضرت علیؓ) اٹھے اور نماز کے قصد سے وضو فرماکر مسجد میں تشریف لائے اور ابوبکرؓ کے پیچھے نماز میں کھڑے ہوگئے (ضمیمہ ترجمہ مقبول ص ۴۱۵) ۔ **ثم قام وتهيا للصلوه وحضر المسجد وصلى خلف ابى بكر** احتجاج طبری ص ۵۳ ملا باقر مجلسی نے بھی **مراه العقول فی شرح الفروع والاصول** میں اسکی تائید کی ہے (دیکھئے ص ۳۸۸) شیخ الطائفہ شیخ طوسی بتسلیم کرتا ہے کہ حضرت علی کا حضرت ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھنا مسلمات میں سے ہے (تلخیص الشافی ص ۳۵۴)

طرح میں دوسرے ملکوں سے آئے ہوئے وفدوں Deputations کو آنے کی اجازت دیتا تھا اور بین الاقوامی سطح پر گفتگو کرنے کا موقع دیتا تھا۔ میرے بعد بیرونی ممالک کے سفیر تمہارے پاس آئیں گے۔ بیرونی ممالک کے نمایندے تمہارے پاس آئیں گے تم ان کے ساتھ بین الاقوامی تعلقات قائم رکھنے کے لئے ان کو آنے کی اسی طرح اجازت دینا جس طرح میں اجازت دیتا رہا۔ (۱) اسلام یہ نہیں سکھاتا کہ تم چھپے رہو۔ ایک ہی جگہ پر رہو۔ نہ۔ یہ نہیں۔ اسلام یہ کہتا ہے کہ نہیں تم پھیلو۔ جتنے تم رابطے زیادہ قائم کرو گے اتنی خدا کی آواز زیادہ وسیع رقبے میں پھیلے گی۔ پہلی نصیحت یہ ہے۔ اور دوسری نصیحت حضور نے یہ فرمائی یہودیوں پر اعتبار نہ کرنا۔ ان کا اعتبار نہ کرنا۔ پورے جزیرہ عرب میں یہودی نہ رہنے پائیں یہ حضور نے فرمایا اور جب حضور کی وفات ہوئی تو مدینہ منورہ میں بھی یہود تھے یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں نکالے آپ نے کہا کہ میرے آقا وصیت کر گئے تھے کہ یہاں مشرکین اور یہودی نہ رہنے پائے (۲) تو جتنے یہودی مدینہ میں رہتے تھے سب کو کہا کہ اپنے سامان باندھ لو۔ ہم تمہیں تمہارے سامان کا معاوضہ دیں گے۔ اسلام زبردستی کسی سے نہیں کرتا۔ نہ کسی کے املاک پر قبضہ کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ اسلئے یہ فرمایا کہ تم اپنی تیاری کرلو اور یہاں سے نکلو اور پھر یہودی خیبر کی طرف روانہ ہوگئے۔ اور جتنی بھی ان کی چیزیں تھیں۔ ایک ایک کے صلے میں انکو Compensation دی۔ تو آپ کی نصیحت یہ تھی۔ کہ بیرونی وفدوں کو تم ٹھہرانا ان کو واپس نہیں لوٹانا۔ اور دوسری نصیحت یہ تھی کہ یہودیوں کو جزیرہ عرب سے نکال دو۔ تیسری یہ کہ میرے بعد میری قبر کو سجدہ گاہ نہیں بننے دینا۔۔۔ کہ عقیدت و محبت میں لوگ آئیں اور سجدے کرتے رہیں۔ جس پیغمبر نے اپنی پوری زندگی توحید میں اللہ تعالی کی وحدانیت میں بسر کی اس کی قبر کو سجدہ گاہ نہ بنانا۔

(۱) **اشتد برسول الله صلى الله عليه وسلم وجعه يوم الخميس فقال ائتونى بكتاب اكتب لكم كتابا لن تضلوا ابدا -- واوصى عند موته بثلاث اخرجو المشركين من جزيره العرب واجيزوا الوفد بنحو ماكنت اجيزهم** (صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۲۹)

(۲) امام بخاری نے اپنی صحیح میں یہ باب باندھا ہے **باب اخراج اليهود من جزيره العرب** صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۴۹

میری قبر کو معبود نہ بنانا کہ اس کی عبادت کریں (۱) یہ تین باتیں ہیں جن کی وصیت کی۔ بعض روایات میں پہلی بات یہود کو نکالنے کی تھی۔

شیعہ کا اس وصیت سے انکار

شیعہ ان باتوں کو نہیں مانتے وہ کہتے ہیں کہ آپ نے جو قلم دوات طلب کیا آپ علی کی خلافت لکھوانا چاہتے تھے۔ ہم نے کہا کہ اگر علی کی خلافت لکھوانی تھی تو پھر کم از کم یہ مان لو کہ غدیر خم پر خلافت کا اعلان کوئی نہیں ہوا تھا۔ تبھی تو وصیت کی ضرورت ہوئی اور اگر وہاں اعلان ہو چکا تھا اتنے لوگوں میں۔ عام لوگوں میں اعلان ہو چکا ہے تو پھر یہاں وصیت کی کیا ضرورت تھی۔ اگر وصیت یہاں آپ نے کرنی تھی تو وہاں آپ نے اعلان کوئی نہیں کیا۔ اور اگر وہاں اعلان ہوگیا تھا تو یہ خلافت کی وصیت نہیں کوئی اور بات ہوگی۔ لیکن یہ شیعہ آیت اللہ بھی عجیب ہیں ایک طرف کہتے ہیں کہ غدیر خم پر آپ نے اعلان کیا ایک طرف کہتے ہیں کہ نہیں وہ قلم دوات مانگ رہے تھے تاکہ خلیفہ تجویز کریں۔

لکھنے کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے

یہ قلم دوات کا قصہ ہے (اس کو کہتے ہیں حدیث قرطاس)۔ یہ بہت سے لوگوں کے لئے بڑی آزمائش بنا ہوا ہے۔ شیعہ لوگوں نے جب بھی اپنے عقیدے کا پروپیگنڈا کرنا ہو تو یہ لوگ یہی کہتے ہیں اور پھر لوگ آکر ہم سے پوچھتے ہیں کہ جی قلم دوات مانگا تھا۔ اب آپ ہی غور فرمائیں کہ لکھنے کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے۔ حکومتوں میں لکھنے کی ذمہ داری کس پر ہوتی ہے۔

(۱) **قال القاضى عياض ويحتمل انها قوله صلى الله عليه وسلم لاتتخنوا قبرى وثنا يعبد** (نووی شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۳)

اور ملکی سطح ہو تو آخر کوئی تو چیف سیکرٹری ہوتا ہے۔ تو لکھنے کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی تھی چیف سیکرٹری پر۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر آخری وقت میں قلم دوات مانگا تھا تو قلم دوات لانے اور پیش کرنے کی ذمہ داری کس پر آتی ہے چیف سیکرٹری پر۔ تو مسلمانوں کو اور پڑھے لکھے نوجوانوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چیف سیکرٹری کون تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ کے لکھنے کے امور میں چیف سیکرٹری حضرت علی تھے۔ اس لئے بھی کہ عربوں کا مزاج یہ تھا کہ اگر کوئی باپ بات کرتا ہے میدان میں آکر تو پھر اس کو سیکنڈ اس کے بیٹے کرتے تھے عرب عادتاً نسل پرست جو ٹھہرے تو حضرت علی حضور اکرم کے سیکرٹری بنائے گئے اس لئے بھی کہ آپ کے خاندان بنو ہاشم کے فرد تھے۔ اور آپ کے چچا زاد بھائی تھے سو حضور کے سیکرٹری حضرت علی تھے۔ حدیبیہ کے موقع پر جب صلح نامہ لکھا جا رہا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سربراہ تھے لیکن ان کے سیکرٹری حضرت علی تھے تو معاہدہ کس نے لکھا تھا۔؟ حضرت علی نے۔ جب یہ بات ذہن میں آگئی تو یہ بات بھی یاد رکھیں کہ حضور اکرم کے چیف سیکرٹری لکھنے پڑھنے میں قلم دوات کے سارے انچارج حضرت علی تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق کے چیف سیکرٹری حضرت عثمان تھے۔ اور پھر ان کے بعد دور آیا حضرت عمر کا تو حضرت عمر نے اپنا چیف سیکرٹری حضرت علی کو بنا رکھا تھا۔ تو اگر حضرت علی کو حضور نے خلیفہ نامزد کیا ہوتا اور حضرت عمر نے زبردستی قبضہ کیا ہوتا۔ تو جس کا حق چھینا ہو اس کو کبھی اپنا قائم مقام بنایا جاتا ہے؟ حضرت عمر جب باہر جاتے سفروں میں جاتے تو آپ نے کئی مرتبہ حضرت علی کو اپنا جانشین بنایا۔ کوئی مخالف کو جانشین نہیں بناتا۔ معلوم ہوا یہ بات حضرت علی کے ذہن میں ہرگز نہ تھی کہ یہ حق میرا ہے اور نہ حضرت عمر کے ذہن میں تھی کہ یہ حق اسکا ہے۔ آنحضرت کا سیکرٹری کون تھا حضرت علی۔ حضرت صدیق اکبر کے سیکرٹری حضرت عثمان تھے حضرت عمر کے سیکرٹری پھر حضرت علی۔ تو حضرت علی جب حضور کے سیکرٹری تھے اور حضور نے قلم دوات مانگا تھا تو قلم دوات دینے کی اور لانے کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی تھی؟ حضرت علی پر تو شیعہ یہ پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قلم دوات نہیں دیا گیا تو ہم ان سے کہتے ہیں کہ بھائی دینا تو حضرت علی کے ذمے تھا نام لے کر کہو انہوں نے کیوں نہیں دیا۔ ان کے ذمے یہ بات لگاؤ کہ انہوں نے نہیں

دیا۔

قلم دوات طلب کرنے کی ایک اور روایت

امام جعفر روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی کہتے ہیں کہ مجھے حکم دیا تھا نبی کریم نے کہ میں کوئی کاغذ لے کر ان کے پاس جاؤں اور آپ اس پر کچھ لکھیں۔۔ لیکن میں نے ایسا نہیں کیا کیونکہ مجھے ڈر تھا اگر میں گیا تو حضور کی روح میری عدم موجودگی میں نہ نکل جائے اور آپ کی وفات کے وقت میں سامنے نہ ہو پاؤں مجھے ڈر اس بات کا لگا کہ آپ کی وفات میری عدم موجودگی میں نہ ہوجائے (ا) اس لئے میں قلم دوات لینے نہیں گیا یہ کون کہتے ہیں؟ حضرت علی ۔۔ آپ تو یہ بات صاف کہتے ہیں۔ لیکن ان کے نام لیوا یہ کہتے ہیں کہ نہیں جی خلافت کا فیصلہ لکھوانا تھا۔ اور یہ حضرت علی کو دی جانی تھی۔ ہم پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ تمہیں کیسے پتہ چل گیا کہ خلافت کا فیصلہ لکھوانا تھا۔ لیکن اگر لکھوانا ہی تھا تو کم از کم اتنی بات تو مانو کہ غدیر خم پر کوئی اعلان نہیں ہوا تھا۔ اور پھر آپ نے اگر قلم دوات مانگا اور آپ کو قلم دوات نہیں دیا گیا تو اس کی ذمہ داری کس کے سر رہی اور پھر یہ کہ اسکے بعد آپ کتنا عرصہ زندہ رہے۔ جب آپ کو قلم دوات نہیں دیا گیا اس کے بعد بھی آپ دو دن زندہ رہے۔ تو سوال یہ ہے کہ آپ نے دوسری دفعہ پھر کیوں نہیں مانگا۔ اگر آسمانی طور پر آپ اس پر مامور تھے تو ایک اور دن آپ نے جو گزارا تو اس وقت کیوں نہیں فرمایا کہ قلم دوات لاؤ۔ تو یہ ایک بالکل فرضی بات بنائی ہے کہ نبی پاک نے اپنا جانشین نامزد کرنا تھا یا پہلے کر دیا تھا

(ا) **عن علی بن ابی طالب قال امرنی النبی صلی الله علیه وسلم ان اتیه بطبق یکتب فیه مالا تضل امته من بعده قال فخشیت ان تفوتنی نفسه قال قلت انی احفظ واعی قال اوصی بالصلوه والزکوه وماملکت ایمانکم** (مسند احمد ج ا ص ۱۹۵)

حضور کی عام عادت سے استدلال

ایک بات اور بھی آپ یاد رکھئے کہ یہ اس اعتراض کے وقت کہہ دیتے ہیں کہ حضور کی عادت تھی کہ جب دو چار دن کے لئے جائیں کسی جگہ جائیں یا مدینہ سے مکہ آئیں تو دو چار دن کے لئے بھی جب جاتے تو آپ جانشین مقرر کر کے جاتے ۔ اس پر سوال کرتے ہیں کہ جب آپ کی عادت تھی کہ دو چار دن کے لئے بھی جائیں تو جانشین مقرر کر کے جائیں تو کیا وجہ تھی کہ جب آپ سفر آخرت پر گئے جس کے بعد آنا نہیں ۔ تو آپ نے جانشین مقرر کیوں نہ کیا ۔ بڑے سفر پر جو گئے تو آپ کو بڑے اہتمام سے جانشین مقرر کرنا چاہئے تھا ۔ لیکن آپ نے نہیں کیا ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور اپنی زندگی میں جب جاتے دو دن کے لئے ایک دن کے لئے تو حضور کو پتہ ہوتا تھا کہ میں نے واپس آنا ہے اندازہ ہوتا کہ میں نے واپس آنا ہے بلکہ آپ کو یقین ہوتا کہ اگر کوئی ایک بات غلط ہو جائے کوئی گڑبڑ ہو جائے تو میں آکر اصلاح کردوں گا ۔ تو حضور کو جب یہ یقین تھا کہ میں آکر اصلاح کردوں گا آپ ایک دن کے لئے بھی گئے دو دن کے لئے بھی تو جانشین مقرر کر گئے کیوں کہ کوئی خدشہ نہیں تھا کہ اگر جانشین کوئی غلطی کرے تو کیا ہوگا کیوں کہ حضور کو امید ہوتی تھی کہ میں واپس آوں گا ۔ لیکن جس سفر اور لمبے سفر کے بعد پھر آنا نہیں اسکے لئے حضور کیسے جانشین مقرر کریں اس لئے کہ اگر جانشین مقرر کریں اور وہ اپنی بات پر اڑ جائے تو کیا اس کے لئے اپنی جانوں کو تلف کرنا جائز ہو جائے گا ۔ ہرگز نہیں

امیر مقرر کرنے کا ایک واقعہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ ایک امیر مقرر کیا ۔ تو وہ امیر جب قافلہ لے کر نکلا ۔ تو ایک جنگل میں جا کر اس نے صحابہ کو کہا کہ دیکھو میں تمہارا امیر ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہے ـــ جس نے میرے مقرر کردہ امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی ۔ اور جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی ۔ تو اس امیر نے یہ حدیث پڑھ کر سنائی اور

کہا کہ دیکھو میں تمہارا امیر ہوں ۔ انہوں نے کہا بیشک ۔ تو امیر نے کہا کہ یہ جو درخت ہیں ان کی لکڑیاں کاٹو ۔ سب صحابہ لکڑیاں کاٹنے لگے اور ان لکڑیوں کو ایک ترتیب دے کر گھاس پھوس رکھ کر اس نے بطور امیر حکم دیا کہ اب ان کو آگ لگا دو ۔ تو جب آگ لگائی گئی شعلے بھڑکنے لگے ۔ تو اس امیر نے پھر کہا دیکھو میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مقرر کردہ امیر ہوں ۔ تو تم اس طرح کرو کہ اب اس آگ میں کود جاو ۔ تو آگ میں کودنا کیا تھا ۔ موت ہی تھی نا ۔ تو بعض صحابہ کے ذہن میں بات آئی کہ ہم نے تو اس پیغمبر کو مانا تھا آگ سے بچنے کے لئے ۔ تو اس کو مان کر بھی آگ ہی ہے ۔ ہم نے پیغمبر کو مانا تھا آگ سے بچاو کی خاطر اور پھر بھی آگ ہے تو چلو ہم حضور سے پوچھ ہی کیوں نہ لیں ۔ تو نبی پاک کے پاس پھر آئے کہ جی یہ صورت ہے تو آپ نے فرمایا اگر تم اس آگ میں داخل ہو جاتے پھر کبھی نہ نکلتے ۔ تم نے اچھا کیا جو پوچھا میرا مقرر کردہ امیر وہی باتیں کہے جو میری شریعت سے ثابت ہیں ۔ پھر تو ٹھیک ہے اور اگر غلط کہے تو اسکی یہ بات نہیں ماننی ۔ کسی کو امیر ماننا اسی طرح ہے جیسے کسی کو امام ماننا ۔ تو امام اگر نماز میں غلطی کرے ایک رکعت کم یا زیادہ کر دے تو پیچھے والے لقمہ دیتے ہیں ۔ تو اگر وہ امیر غلط کرے تو لقمہ دو ۔ تو فرمایا کہ اگر تم اس آگ میں داخل ہو جاتے تو پھر کبھی نہ نکلتے ۔ پھر تمہارا ٹھکانہ جہنم تھا ۔ (۱)

---

(۱) عن علی قال بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم سریہ فاستعمل رجلا من الانصار وامرھم ان یطیعوہ فغضب قال الیس امرکم النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان تطیعونی قالوا بلی قال فاجمعوا لی حطبا فجمعوا فقال اوقدوا نارا فاوقدوھا فقال ادخلوھا فھموا وجعل بعضھم یمسک بعضا ویقولون فررنا الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من النار فمازالوا حتی خمدت النار فسکن غضبہ فبلغ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال لو دخلوھا ماخرجوا منھا الی یوم القیامہ الطاعہ فی المعروف (صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۲۲) ۔

عن علی کرم اللہ وجھہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا طاعہ لبشر فی معصیہ اللہ تعالی (روح المعانی ج ۵ ص ۶۶)

امیر کسی طرح بھی معصوم نہیں

معلوم ہوا کہ کوئی پیغمبر کا مقرر کردہ امیر بھی ہو اس پر بھی عصمت کا سایہ نہیں ۔ وہ معصوم تو نہیں ۔ معصوم تو صرف پیغمبر ہیں ۔ اس لئے ان کی بات پیغمبر کی بات کی روشنی میں پرکھی جائے گی ۔ حضور سے جب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا ۔ کہ تمہارا آگ میں چھلانگ لگانا غلط ہے ۔ تو نبی پاک اگر کسی کو خلیفہ مقرر کر جائیں ۔ اور آپ کی وفات کے بعد وہ کوئی ایسی بات کہے اور پوچھا جائے اس سے تو وہ کہے کہ میں تو نبی کا مقرر کیا ہوا ہوں تم کون ہو سوال کرنے والے ۔ تو رحمتہ اللعالمین کی حکمت کا یہ تقاضا ہوا دانائی کا یہ تقاضا ہوا کہ آپ نے خلیفہ کسی کو بنایا کسی کو نہیں بلکہ حضرت ابو بکر صدیق کو جب مصلے امامت پر کھڑا کیا تو آپ نے خود نہیں کہا ابو بکر جا کر نماز پڑھاو ۔ نہ ۔ مسلمانوں کو کہا ۔ کہ ابو بکر کو کہو نماز پڑھائے ۔ خود نہیں کہا ۔ اشارہ اس طرف تھا کہ کل کا فیصلہ بھی تم نے خود کرنا ہے ۔ تمہیں اشارہ دے رہا ہوں کہ اب تم ان کو کہو کہ وہ نماز پڑھائیں ۔ جب وہ تمہارا مقرر کردہ ہوگا تو پھر کل کا فیصلہ تم درست کر سکو گے ۔ **مروا ابابکر فلیصل بالناس**

اسلام میں خلیفہ منصوص نہیں

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد کسی کو جانشین نہیں بنایا ۔ شیعہ اسی پر اپنے سارے عقائد کا سارا دارومدار رکھتے ہیں کہ جی حضرت علی کو بنایا ۔ تو ایک بات ضرور ذہن میں آنی چاہئے کہ جی اگر بنایا تو حضرت علی نے دعوی کیوں نہیں کیا ۔ کیوں اعلان نہیں کیا کہ بھئی مجھے بنایا ۔ کہتے ہیں کہ ڈرتے رہے تھے ۔ اچھا اگر وہ ڈرتے تھے تو تم بھی ڈرو ۔ یعنی پیر کی تابعداری تو تبھی ہو گی نا کہ تم بھی ڈرو ۔ اگر وہ ڈرتے تھے اور تم ان کے پیرو ہو تو تم بھی ڈرو ۔ اب یہ کہہ دینا کہ حضرت علی نے اعلان نہیں کیا تھا یہ کافی نہیں ۔ انہوں نے نہ صرف یہ کہ اپنی خلافت کا اعلان نہیں کیا آپ تینوں خلافتوں کو باری باری مانتے رہے ۔ ان کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے ۔

اور اعلان ایک دفعہ بھی نہیں کیا کہ مجھے خدا کے پیغمبر نے مقرر کیا ہوا ہے ۔ سو یہ ساری سازش بنائی ہوئی ہے یہودیوں کی ۔ یہود نہ چاہتے تھے کہ سب مسلمان ایک ہوکر رہیں وہ ان میں تفرقہ ڈالنا چاہتے تھے اور یہ انکی ایک ضرورت تھی عبدا للہ بن سبا اسی ضرورت کے ساتھ مسلمانوں میں داخل ہوا اور اس نے اپنے کام کا آغاز حضرت عثمان کے خلاف پراپیگنڈے سے کیا (جس طرح بر صغیر میں ہری چند ولد دیوان چند قوم کھتری سکنہ علی پور چٹھہ ضلع گوجرانوالہ ایک ضرورت کے پیش نظر مسلمانوں میں داخل ہوا اور اس نے اپنے کام کا آغاز حضرت امام ابوحنیفہؒ کے خلاف مخالفت حدیث کے الزام سے شروع کیا) جس طرح ابن سبا کے نقش قدم پر ایک پوری تحریک چل رہی ہے ٹھیک اسی طرح ہری چند کے نقش قدم پر بھی حضرت امام کے خلاف برابر کام ہورہا ہے ۔ بہر حال) حضرت علی نے اپنے دور خلافت میں ابن سبا کو زندہ جلادیا ۔ (۱)
اب مسلمانوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ مسلمانوں کا پیغمبر کے بعد جو بھی نظام حکومت ہو گا وہ حکومت بنانے اور اسے چلانے کا ہوگا یہ کوئی قانون ساز ادارہ نہ ہوگا جو کہیں سے رہنمائی حاصل کرے ۔

---

(۱) **عن عکرمه قال اتی علی بزنادقه فاحرقهم** (صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۲۳) یہ زنادقہ کون تھے ؟ **هم طائفه من الروافض تدعی السبائیه ادعوا ان علیا اله وکان رئیسهم عبدا لله بن سبا** (کتاب التبصرہ لابی المظفر الاسفرای ۔ حاشیہ بخاری)

ملا علی قاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں **قوم من السبائیه اصحاب عبدالله بن سبا اظهر الاسلام ابتغاء للفتنه وتضلیلا للامه فسعی اولا فی آثاره الفتنه علی عثمان حتی جری علیه ماجری ثم انضوی الی الشیعه فاخذ فی تضلیل جهالهم حتی اعتقدوا ان علیا رضی الله عنه هو المعبود فعلم بذلک علی فاخذهم واستتابهم فلم یتوبوا فحفر لهم حفیرا واشعل النار فیها ثم امر بان یرمی بهم فیها** (مرقات شرح مشکوہ ج ۷ ص ۱۰۴)

اسلام میں حکومت کس طرح بنائی جائے

حکومت کس طرح بنائی جائے گی ۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے اس کا جو قانون ہمیں بتایا وہ ہے کہ مسلمانوں کے معاملے اور مسلمانوں کا نظام حکومت کس طرح طے کریں ؟ آپس میں مشورے سے ۔ **امرھم شوریٰ بینھم** اگر کسی کو مقرر کیا ہوا ہو اس کو کہتے ہیں منصوص اور اگر مقرر کیا ہوا نہ ہو ۔ تو پھر ہے Elected چناو شوریٰ کے ساتھ مشورے کے ساتھ سو حکومت بننے کے دو ہی طریقے ہیں ۔ اور نبی پاک نے اپنی زندگی میں اس کی ایک جھلک دکھابھی دی ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری دور تھا کہ آپ نے غزوہ موتہ کی طرف ایک مہم بھیجی ۔ اور کہا کہ میں جو اس مہم کو روانہ کر رہا ہوں مسلمانوں کے امیر یہ ہوں گے ۔ زید ۔ اگر زید شہید ہو جائیں تو پھر امیر ہوں گے جعفر۔ حضرت علی کے بھائی ۔ اور اگر جعفر بھی شہید ہوجائیں تو ہوں گے عبد اللہ بن رواحہ ۔ تو میں اس مہم میں تین امیر زید بن حارثہؓ۔ جعفر بن ابی طالبؓ اور عبداللہ بن رواحہؓ کو مقرر کرتا ہوں ۔ آپ نے مہم روانہ کی ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں تھے ۔ کہ طبیعت ذرا گھبرائی ۔ تو آپ نے صحابہ کو خبردی زید شہید ہوگئے ہیں ۔ اور حضور کے آنسو جاری تھے ۔ ساتھ ہی کہا کہ جعفر بھی شہید ہوگئے ۔ پھر بھی آنسو جاری تھے پھر فرمایا ۔ کہ عبد اللہ بھی گئے ۔ تین سپہ سالار حضور کے مقرر کردہ Nominated تھے ۔ اور تینوں ہی باری باری گئے ۔ آنحضرت پر عجیب کیفیت طاری تھی ۔ اور آنسو جاری تھے ۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ۔ اور وہاں کے حالات جو آپ کو بطریق کشف معلوم ہوئے آپ نے ان کی خبردی جو صحابہ میدان جنگ میں گئے ہوئے تھے ۔ ان میں خالد بن ولیدؓ بھی تھے ۔ تو فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اب جب تینوں جرنیل باری باری جام شہادت نوش کر گئے ۔ تو خالد بن ولید نے آگے بڑھ کر کمان سنبھال لی ہے ۔ اب چوتھے درجے میں کھڑے ہوئے خالد بن ولید ۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہیں خبردی کہ اللہ نے اس کے ہاتھوں مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی ہے ۔ (۱) اس سے دو چیزیں معلوم ہوئیں ۔ ایک چیز تو یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تین مقرر کئے تو معلوم ہوا کہ اسلام میں مقرر کرنے کا ایک یہ طریقہ بھی ہے نامزدگی Nomination ۔ اور اگر یہ نہ ہو

تو پھر شوریٰ کے ساتھ مشورے کرکے کسی کو آگے کر دو ۔ تو دو ہی طریقے سامنے آئے ۔ ایک نامزدگی اور دوسرا باہمی مشورہ ہے ۔

مسلمانوں میں طریق فیصلہ

تاریخ کے طالبعلم خود فیصلہ کریں کہ اسلام کے ماخذ علم سے قرآن کریم سے ۔ حدیث شریف سے کسی مضبوط طریق سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو نام لے کر اپنا جانشین مقرر کیا ہو ؟ قرآن کریم نے جسطرح یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کے مسلمانوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں خلافت کے منصب پر لائے گا اور ان کو زمین پر مضبوط قبضہ ملے گا ۔ ان کے خوف امن سے بدلیں گے ۔ اس طرح قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے کہیں نام لے کر فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپکے پہلے خلیفہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں گے ؟

سقیفہ بنی ساعدہ کی مشاورت

پھر سقیفہ بنی ساعدہ میں جب انصار اپنے میں سے کسی کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے کسی نے آواز لگائی کہ تم کون ہو فیصلہ کرنے والے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو حضرت علی کو خلیفہ مقرر کر چکے ہیں ۔ پھر جب چند مہاجر صحابہ وہاں پہنچے اور انہوں نے یہ موقف پیش کیا کہ خلافت مہاجرین میں سے ہونی چاہئے اور اسپر انصار خاموش ہوگئے تو اس وقت ان میں سے کوئی کہدیتا کہ خلافت جب ہم (انصار) میں نہیں آرہی تو ان (آنے والے) کو بھی نہ ملے کہ خلافت حضور صلی اللہ علیہ وسلم

---

(۱) (حاشیہ از گذشتہ صفحہ) **اخذ الرایہ زید فاصیب ثم اخذ جعفر فاصیب ثم اخذ ابن رواحہ فاصیب وعیناہ تذرفان حتی اخذ الرایہ سیف من سیوف اللہ حتی فتح اللہ علیھم** صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۱۱

نے غدیر خم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دے دی تھی ۔ یہ بات کہنے کا بڑا اچھا موقع تھا وہاں بھی کسی نے یہ بات نہ کہی ۔

ان حالات میں تحقیق کرنے والا طالبعلم یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سیاسی جانشین کسی کو مقرر نہ کیا تھا ۔ اسلامی نظام حکومت نظام شوری ہے ۔ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کو غدیر خم پر خلیفہ مقرر کرنے کا قصہ ایک افسانے سے آگے نہیں جاتا ۔ آپکی خلافت کے لئے وصیت کرنے کی خواہش بھی یہی بتاتی ہے کہ خم کے تالاب کے کنارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کی خلافت کا اعلان نہیں کیا تھا۔

اگر حضرت علی کے خلیفہ مقرر کئے جانے پر کوئی تحقیقی دستاویز نہیں ملتی ۔ قرآن کریم میں بھی کسی کو خلیفہ مقرر کرنے کی کوئی آیت نہیں ملتی ۔ **من کنت مولاہ فعلی مولاہ** بھی خلافت کے موضوع پر نہیں اور اسکی اسناد بھی ضعیف ہیں اور یہ بھی کہ حدیث قرطاس میں آپ نے حضرت علی کو خلیفہ مقرر کرنا تھا ۔ یہ بھی ایک امر موہوم ہے تو ان حقائق کی روشنی میں خلافت کے لئے حضرت علی کی نامزدگی کا دعوی بالکل بے سروپا ہو کر رہ جاتا ہے

پھر خلافت کے لئے حضرت علی کا نہ اٹھنا بلکہ ان تینوں خلافتوں کو برسر عالم تسلیم کرنا ان خلفاء کے پیچھے نمازیں پڑھنا اوار انکے دینی کاموں اور مشوروں میں بار بار شریک ہونا یہ واقعات اس نامزدگی کے دعوے کو پرکاہ کے برابر اہمیت نہیں دیتے ۔

غزوہ موتہ کے نقش پر چلنے کی راہ

غزوہ موتہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں طریقوں کا نشان بتا دیا کہ اگر نامزد کردہ موجود ہو تو وہ آگے ہوگا اور اگر نامزد کوئی نہیں تو شوری کے ساتھ چن لیں گے ۔ تینوں پر نص موجود تھی ان کے بعد باری آگئی خالد بن ولید کی ۔ اور اللہ نے فتح عطا فرما دی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالی نے کشف کے ذریعہ یہ نقشہ دکھایا ۔ کشف کا معنی یہ ہے کہ درمیان میں سے پردے اٹھ گئے ۔ تو جس طرح پیغمبر کے معجزات برحق ہیں تو ان کا کشف بھی برحق ہے ۔ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے وہاں واقع ہونے والے حالات کی خبر دی اور یہ بناء بر کشف تھا پھر یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی جگہ امیر مقرر کرنا ہو تو فرسٹ پوزیشن کیا ہے اور اگر کوئی نامزد نہیں تو پھر شوری سے مشورہ ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جب وفات ہوئی تو نامزدگی کسی کے لئے نہ تھی ۔ کسی کے لئے آپ نے حکم نہیں دیا تھا نص نہیں فرمائی تھی اب جب کسی کے لئے نص نہیں تو پھر ایک ہی رستہ رہ گیا شوری کا ۔ کہ آپس میں مشورے کے ساتھ طے کر لیں ۔

خاتم النبیین کے بعد حکومت کیسے قائم ہوئی

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ نے باہمی مشورے سے امیر کا انتخاب کیا ۔ اور مشورے کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو چنا ۔ تو ابو بکر صدیق کو جب مشورے سے چنا گیا تو اس سے یہ پتہ چلا کہ خلافت محض ایک انتظامی مسئلہ ہے آسمانی مسئلہ نہیں ۔ خلیفہ خدا کی طرف سے مقرر کردہ یا رسول کی طرف سے مقرر کردہ نہیں ہو گا بلکہ یہ ایک انتظامی چیز ہے ۔ اور جو انتظامی چیز ہے وہ اصول دین میں سے نہیں دین میں جو چیزیں بنیاد ہیں ان کو کہتے ہیں Fundamentals ۔ انکے علاوہ کچھ اور بھی ہیں

And then there are applications. اور یہ اس لئے کہ راہ عمل دکھادیں How to act upon the requirements of beliefs of these fundamentals کہ جو اصول ہے اس پر عمل کس طرح کرنا ہے یہ تو ہے اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے نظم مملکت یا خلافت یا امارت انتظامی مسئلہ ہے یہ فروع میں سے ہے اصول میں سے نہیں ۔ کیوں ۔ اصول دین کے وہی ہیں جو ۹ تاریخ کو مکمل ہوئے ۔ جب اللہ تبارک تعالی نے فرمایا ۔ الیوم اکملت لکم دینکم ۔ آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا ۔ اس کا معنی ہے کہ اصول سارے اس دن طے ہو گئے تھے ۔ اب کوئی اصول والی چیز بعد میں نہیں آئے گی جو چیز آئے گی وہ فروعات میں سے ہوگی Application والی ہوگی ۔ عملیات والی ہوگی ۔ انتظامی ہو گی ۔ خلیفہ تو انتظامی چیز ہے ۔ مجرموں کے لئے فیصلے کرنا ہیں تو یہ انتظامی چیز ہے ۔ قاضیوں کو عدالتوں پر مقرر کرنا ایک انتظامی چیز

ہے ۔ امام نماز کا مقرر کرنا ہے تو یہ انتظامی چیز ہے ۔ ان میں ایسی ساری چیزیں آئیں گی ۔ بنیادی چیز اور اصولی چیز ۹ تاریخ کو الیوم اکملت دینکم نازل ہونے کے بعد کوئی نہیں ہو گی ۔ خلافت کے مسئلے میں شیعہ اور اہلسنّت میں یہ فرق ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشین کسے مقرر کیا جائے یہ ایک فقہی سوال ہے ؟

جانشین مقرر کرنے کا طریقہ

جواب ۔ اہلسنّت کے نزدیک یہ انتظامی مسئلہ ہے یہ اصولی مسئلہ نہیں بنیادی نہیں ۔ شیعہ کے نزدیک یہ اصولی مسئلہ ہے ۔ دوسرا اختلاف یہ کہ اہلسنّت والجماعت کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کے لئے Nomination نہیں فرمائی تھی ۔ شیعہ کہتے ہیں کہ علی کی Nomination ہوئی ۔ اب سوال یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ کس نے بنایا ۔ اپنے دوستوں نے یا مخالفوں نے ۔ اس سوال کو سمجھنے کے لئے آپ یہ دیکھیں کہ عرب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر مدینہ منورہ میں کتنے طبقوں کے لوگ تھے ۔ دو بڑے طبقے تھے ۔ Major ۔ وہ کون تھے ۔ مہاجر اور Minor کون تھے انصار ۔ مہاجر وہ لوگ تھے جو مکہ کے رہنے والے تھے اور انصار وہ تھے جو مدینہ کے رہنے والے تھے ۔ تو مدینہ منورہ میں کتنی قسم کے لوگ تھے ۔ دو قسم کے ۔ مہاجر اور انصار ۔ انصار مدینہ کے رہنے والے تھے بڑے نیک تھے لیکن انسان تھے ان کے ذہن میں یہ بات ڈلی کہ پیغمبر تو مہاجروں میں سے تھے اور ہجرت کرکے مکہ سے مدینہ آئے تھے ۔ تو اس میں تو ہمارا دخل نہیں وہ تو خدا کا معاملہ ہے خدا نے ان کو چنا ۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو مہاجروں میں سے تھے اس میں ہمارا دخل نہیں اب خلیفہ تو ہم میں سے ہونا چاہیئے ۔ جو جانشین ہو وہ ہم میں سے چاہیئے ۔ یہ ان کے ذہن میں بات آئی ۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ابھی دفن نہیں کیا گیا تھا کہ سعد بن عبادہ جو قبیلے کے بڑے سردار تھے ۔ ان کے ہاں میٹنگ ہوئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب ہم کس کو انکا خلیفہ بنائیں ۔ اب آپ یہ بتائیں کہ کوئی بادشاہ یا سربراہ یا کوئی ملک کا بڑا فوت ہو جائے تو جو نیا

ہے وہ دفن کے بعد بنایا جاتا ہے یا دفن سے پہلے ۔ وہ دفن سے پہلے بنایا جاتا ہے ۔ کیوں ۔ کہ اچانک کوئی ایسا واقعہ پیش آجائے تو کوئی ملک کا سربراہ تو ہو ۔ برطانیہ میں بھی یہی ہے کہ جب ملک کا سربراہ مرجائے کنگ یا کوئین کوئی ہو تو جب تک کہ نئے کا انتخاب نہ کرلیا جائے ۔ تاج میت کے سرہانے رکھا رہتا ہے ۔ تاج نہیں اٹھاتے مرنے والا مرگیا ۔ لیکن اس کے سرہانے تاج پڑا ہے ۔ یہ تاج کسی کے سر پر آئے گا پھر اس کو دفن کیا جائے گھا ۔ دنیا کہ تمام زندہ قومیں اور بیدار قومیں اپنی ذمہ داریاں سمجھتی ہیں تو صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین بھی یہ ذمہ داری سمجھ رہے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو وفات پاگئے ۔ اگر اسی وقت قیصر روم حملہ کردے یا کوئی اور بیرونی طاقت حملہ کردے تو مسلمانوں کی طرف سے کس نے جواب دینا ہے ۔ اسے پہلے چنا جائے پھر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کیا جائے ۔ یہ مسئلہ سیاست کا تھا ایک تدبر کا تھا ۔ ایک وقت کا تقاضا تھا ۔ لیکن اس کو شیعوں نے بڑی مضحکہ خیز پوزیشن میں پیش کیا اور کہا ۔ دیکھو کہ یہ دنیا کے پیچھے پڑے تھے یہ فیصلے کررہے تھے خلافت کے اور ادھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ابھی دفنایا نہیں گیا تھا ۔ ابھی دفن نہیں کیا گیا ۔ اور یہ خلافت کے فیصلے کر رہے تھے ۔ اور اسے اتنی بھیانک شکل میں لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں کہ دل دکھ کر رہ جاتا ہے ۔ لیکن سوچتے نہیں کہ تدبر کیا ہے ۔ علم والے لوگ کیا کہیں گے ۔ وہ یہی کہیں گے کہ اگر سربراہ فوت ہوجائے تو جب تک نئے کا انتخاب نہ ہو پہلے کو دفن نہیں کیا جاتا ۔ اور دنیا کے بڑے ملکوں کی تاریخ اس کے ساتھ شامل ہے ۔ تو صحابہ اتنے ٹرینڈ تھے سیاست میں کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کرنے سے پہلے امیر چننے کا فیصلہ کیا اور جب ان کے یہاں مجلسیں ہوتی ہیں محرم کی تو لوگوں کو بھڑکاتے ہیں دیکھو وہ خلافت کے فیصلے کر رہے تھے اور ہمارے اپنے آکر ہم سے پوچھتے ہیں کیوں جی یہ ٹھیک ہے ۔ یعنی اپنا عقیدہ اتنا کمزور ادھر بات سنی ۔ اچھا جی یہ ٹھیک ہے ۔ ایک ذاکر چیخ چیخ کر کہہ رہا ہے ۔ کہ لاشہ نبی کا تھا مدینہ پڑا ہوا ۔ وہاں ہو رہا تھا تخت خلافت کا فیصلہ ۔ لاشہ نبی کا تھا مدینہ پڑا ہوا (یعنی حضور کو ابھی دفن نہیں کیا تھا) ۔ وہاں ہو رہا تھا تخت خلافت کا فیصلہ ۔ ایسی خلافتوں کا بتاؤ اصول کیا ۔ اس مضمون کو جب وہ بھڑکا کر پیش کرتے ہیں تو سنی نوجوان جو اپنی تاریخ سے ناواقف ہے حیران ہو کر پوچھتا ہے اچھا جی کیا ہوا تھا ۔ کیا ہوا تھا ۔ ہر موضوع پر

کتابیں لکھیں ہیں اور موجود ہیں لیکن اپنے عقیدہ سے محبت ہو تو انسان اس کے گرد پہرا دیتا ہے اس کی حفاظت کرتا ہے ۔ یہ نہیں کہ ادھر بات سنی کہ ایسی خلافتوں کا بتاو اصول کیا ۔ وہاں ہو رہا تھا تخت خلافت کا فیصلہ ۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون**

تو بات یہ ہے کہ صحابہ کی بات بالکل صحیح تھی ۔ کہ جانشین پہلے چننا تھا اب انصار کہتے تھے جانشین ہم میں سے ہو ۔ اور یہ حضرات بھی حضور کے اپنے تھے لیکن اس بات کو وہ بھول گئے کہ عرب میں سب سے زیادہ عزت والے لوگ کون ہیں ۔ عرب میں سب سے زیادہ عزت والے لوگ قریش تھے اور پورے عرب میں جہاں ڈاکوں اور چوروں کی کوئی کمی نہ تھی ۔ جب کعبہ کے متولی قافلے کی شکل میں اپنے سفروں میں چلتے تھے ۔ سردی کا موسم ہو یا گرمی کا موسم تو ان کے قافلوں پر کوئی ڈاکو بھی ہاتھ نہیں اٹھاتا تھا۔

قریش کی پورے عرب میں عزت اور رعب ودبدبہ

اللہ تبارک تعالی نے قریش کے ان دو سفروں کا قرآن میں ذکر کیا فرمایا ۔ **لایلف قریش ایلافھم رحلتہ الشتاء و الصیف** **رحلتہ الشتاء** سردی کے موسم کا ایک سفر۔ **والصیف** ۔ گرمی کے موسم کا ایک سفر۔ قریش کو شوق دلایا گیا ۔ ان دو سفروں پر ۔ اور ان کے تجارتی قافلے یمن اور شام کی طرف چلا کرتے تھے ۔ اور مجال ہے کہ پورے قافلے پر کوئی ڈاکو حملہ کر سکے ۔ تو اللہ تعالی نے قرآن پاک میں فرمایا اے قریش خدا کے احسان کو یاد کرو ۔ جب خدا نے تمہیں اتنی عزت دی کہ جب کسی کا قافلہ تجارت کا اتنا Safe نہیں چل سکتا تھا جتنا تمہارے چلتے تھے تو تمہیں کیا کرنا چاہیئے ؟ ۔ اپنے رب کی یاد **فلیعبدوا** تو چاہیئے کہ اب یہ قریش اس رب کی عبادت کریں جس نے انہیں ان دو سفروں میں امن دیا ۔ **رحلتہ الشتاء و الصیف فلیعبدو رب ھذا البیت** اس رب کی جو بیت کا رب ہے اب ان قریش کو انکی عبادت اور زیادہ شوق سے کرنی چاہیئے ۔ کون رب ۔ **الذی اطعمھم من جوع و آمنھم من خوف** جس رب نے ان کو اس وقت کھلایا جس وقت عرب قوم بھوکی تھی ۔ عرب لوگ جب بھوکے سوتے تھے ان کو اللہ تبارک و تعالی نے عزت دے رکھی تھی

۔ یہ وہ دور تھا جب ہر تجارتی قافلے پر خوف اترتا تھا کہ ڈاکو لوٹ کر نہ لے جائیں ۔ تو **آمنھم من خوف** تو اللہ تعالی نے قریش کو امن دیا ۔ تو سب سے زیادہ رعب عرب میں اسی خاندان کا تھا ۔

خلیفہ قریش میں سے ہو

منشاء یہ ہے کہ اگر مسلمانوں کا فرمانروا اس قوم میں سے ہو جو کعبہ کے متولی ہیں تو ساری قومیں سرنڈر Surrender کر جائیں گی ۔ پھر آگے سر نہیں اٹھائیں گی ۔ انصار اپنی جگہ بہت نیک تھے ۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی مدد کی تھی ۔ اس میں کوئی کلام نہیں ہے ۔ لیکن ان میں کوئی اتنی وجاہت والا آدمی نہیں تھا ۔ کہ جس کے آگے عرب کے کل لوگ سرنڈر ہو جائیں ۔ تو فیصلہ کرنے کے لئے جب یہ بیٹھے انصار سعد بن عبادہ کے ہاں ایک چھپر کے نیچے یہ اکٹھے ہوئے کہ اب ہم خلیفہ چنیں ۔ تو جو لوگ بیٹھے تھے قوم انصار کی تھی ۔ اس وقت مہاجر کہاں تھے ۔ جو مہاجر وہ تھے جو مکہ سے آئے ہوئے تھے یہ سارے مسجد نبوی میں تھے ۔ وہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بدن مبارک تھا ۔ اور سارے مہاجر وہاں بیٹھے ہوئے تھے کہ آج انکی متاع اور ان کی دولت اس دنیا سے جاتی رہی ۔ سارے مہاجر اسی غم میں کہ ہم گھر والے ہیں ہمارے آقا سفر آخرت پر روانہ ہوگئے ۔ تو یہ یہاں بیٹھے تھے اور انصار ادھر سوچ رہے تھے کہ مدینہ کو حملہ آوروں سے بچانا کس طرح ہے کہ نعمان بن بشیر جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی گزرے ہیں اور وہ انصار میں سے تھے تو انہوں نے جا کر اطلاع دی مسجد نبوی میں کہ تم تو یہاں بیٹھے ہو وہاں میٹنگ ہو رہی ہے ۔ مکہ والے یہاں سینکڑوں کی تعداد میں بیٹھے تھے ۔ لیکن جب یہ پتہ چلا کہ وہاں میٹنگ ہو رہی ہے تو اس لئے کہ وہ کوئی غلط فیصلہ نہ کر دیں تین آدمی اٹھے حضرت ابو عبیدہ بن جراح. حضرت عمر اور ابو بکر۔ تینوں اٹھے اور انکی مجلس میں چلے گئے ۔ مجلس کن کی تھی انصار کی ۔ وہ کہتے تھے کہ خلیفہ ہم میں سے ہو ۔ تو وہاں پہنچے تین مہاجر ۔ تو ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے جاتے ہی یہ حدیث سنائی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ **الائمتہ من القریش** کہ خلفاء چنے جائیں گے قریش میں سے ۔ یہ جو کعبے کے متولی ہیں خلیفہ

ان میں سے چننا۔ تو حضور صلی اللہ وعلیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث تھی اور انصار بھی نیک تھے ان کو بھی یاد آگیا انہوں نے کہا ٹھیک ہے۔ تو جب آپ نے یہ حدیث سنائی کہ امراء اور خلفاء ہم میں سے ہوں گے اور وزاء جو چنیں جائیں وہ انصار میں سے ہوں گے تو خلافت کے موضوع پر اصولی اتفاق ہو گیا۔ انہوں نے بات مان لی۔ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے اٹھ کر نام پیش کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا۔ کہ مسلمانوں میں وہ بیدار بخت شخصیت جو ساری ذمہ داری کو نبھا سکتے ہیں میری نگاہ میں عمر ہیں۔ تو میں ان کا نام پیش کرتا ہوں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ اٹھے انہوں نے کہا ابو بکر صدیق کو کہ قرآن نے جو کہا۔ ثانی اثنین کہ غار میں جو دو تھے۔ اس غار میں پیغمبر کے ساتھ میں تھا یا آپ تھے۔ اللہ تعالی نے پیغمبر کے ساتھ دوسرا کس کو قرار دیا۔ ثانی اثنین آپ ہیں یا میں ؟ اور یہ تو قرآن کی صریح آیت تھی جو سب مسلمانوں کو معلوم تھی کہ ابو بکر کے حق میں ہے۔ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ خاموش ہوگئے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے اٹھ کر ان کا ہاتھ اٹھایا اور فرمایا کہ سب سے پہلے میں بیعت کرتا ہوں۔ پھر ان سب نے بیعت کی پھر یہ مسجد میں آئے اور مہاجرین نے بیعت کی۔ تو تاریخ ایک سوال کرتی ہے کہ حضرت ابو بکر کو اپنے مہاجرین کے کیمپ نے چنا یا دوسروں نے۔ یعنی اس وقت سوال کیا تھا۔ سوال یہ تھا کہ خلیفہ اور جانشین مصطفیٰ وہ ان میں سے ہو۔ انصار میں سے یا مہاجرین میں سے۔ تو اگر علی رضی اللہ تعالی عنہ کے بارے میں غدیر خم کے موقع پر کوئی اعلان ہوگیا ہوتا تو پورے مجمع میں کوئی تو بولتا کہ تم کیا فیصلہ کر رہے ہو۔ فیصلہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کرگئے ہیں۔ اب جب انصار میں جب حضرت عمر کا نام پیش ہوا تھا تو انصار کی جو تمنا تھی تو ظاہر میں اس کی شکست ہوئی نا۔ جو پروگرام انصار کا تھا اور جو ان کی آرزو تھی اس کی تو شکست ہوئی نا۔ تو پھر ایسے موقعہ پر انصار ہی کہہ دیتے کہ اگر ہمارا نہیں بن رہا تو یہ بھی تو نہ بنے۔ وہ کہہ دیتے کہ علی رضی اللہ عنہ کا اعلان حضور صلی اللہ علیہ وسلم فلاں مقام پر کر چکے تھے اس لئے انہیں خلیفہ بنایا جائے لیکن انہوں نے نام نہیں لیا۔ معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کو خلیفہ بنانے کا افسانہ بعد کا بنایا ہوا ہے۔ اگر ذرا بھی اس میں کوئی صداقت ہوتی اور ذرا بھی اس میں کوئی سچائی کی شعاع ہوتی تو یہ موقع تھا ذکر کرنے

کا اور وہاں کسی نے ذکر نہیں کیا۔ خلیفہ حضرت ابو بکر صدیق کو چن لیا گیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے پھر مسجد نبوی میں آکر مہاجرین سے بیعت لی

خاتم النبیین کی تدفین

جب خلافت کا اعلان ہوگیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کیا گیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب دفن کیا گیا اس میں حضرت علی مرتضیٰ بالکل مختار تھے۔ مختار یعنی ان پر کوئی پریشر نہیں تھا۔ جس حجرہ میں (ام المومنین کے حجرہ) میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک رکھا تھا حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ اس کے دروازے پر کھڑے ہوئے اور فرمایا۔ اے لوگو۔ وفات کے بعد بھی حضور صلی اللہ و علیہ وسلم امام ہیں۔ زندگی میں بھی۔ وفات کے بعد بھی (۱)۔ حضور صلی اللہ و علیہ وسلم کی نماز جنازہ میں کوئی امام نہیں بنے گا (۲) ــــــ حضور صلی اللہ علیہ وسلم زندگی میں بھی اور وفات میں بھی ہمارے امام ہیں آپ کا کوئی امام نہیں بنے گا۔ آپ کی نماز جنازہ یہی ہے کہ اس کمرے کے اندر دس آدمی آئیں اور چہرہ مبارک کی زیارت کرکے درود شریف پڑھیں اور چلے جائیں۔ پھر دس آئیں۔ درود شریف پڑھیں اور چلے جائیں۔ پھر دس آئیں درود شریف پڑھیں اور چلے جائیں۔ (۳) تین دن تک آنے جانے والوں کا اور درود

---

(۱) **فقال یا ایها الناس ان رسول الله صلی الله علیه واله امام حیا ومیتا** (اصول کافی ج ۳ ص ۲۶ مع الشافی)

(۲) **دخل ابی بکر وعمر ومعهما نفر من المهاجرین والان ار بقدر مایسع البیت فقالا السلام علیک ایها النبی ورحمه الله وبرکاته وسلم المهاجرون والانصار کما سلم ابی بکر وعمر ثم صفوا صفوفا لایومهم احد** (البدایہ والنھایہ ج ۵ ص ۲۶۵)

(۳) **ثم ادخل ای علی عشره من المهاجرین وعشره من الانصار فیصلون ویخرجون حتی لم یبق من المهاجرین والانصار الا صلی علیه** (احتجاج طبرسی ج ۱ ص ۱۰۶) (۱) **فقال یا ایها الناس ان رسول الله صلی الله علیه واله امام حیا ومیتا** (اصول کافی ج ۳ ص ۲۶ مع الشافی)

پڑھنے والوں کا سلسلہ قائم رہا۔ تو پیغمبر کی نماز جنازہ اس طریقے پر نہیں ہوتی جس طرح اوروں کی ہوتی ہے۔ اور لوگوں کی میت پر امام دعا کرتا ہے کہ یا اللہ اے اللہ بخش دے ہمارے حاضر کو شاہد کو۔ غائب کو مرد کو عورت کو بخش دے۔ تو امام دعا کرتا ہے کہ یا اللہ ہم جس کو لے آئے ہیں ---- اس کی خطائیں اور گناہ بخش دے۔ اب پیغمبر کے بدن مبارک کے سامنے کون کہے کہ یا اللہ اس کے گناہ بخش دے۔ وہ جو تمہارے گناہوں کی بخشش میں شفاعت کا سہارا ہے۔ کون ہے جو ان کے بارے میں کہے کہ یا اللہ ان کے گناہ بخش دے۔ تو پیغمبر کی نماز جنازہ اس طرح نہیں ہوتی جس طرح کہ عام لوگوں کی ہوتی ہے۔ ان کی نماز جنازہ یہی ہے کہ درود شریف پڑھو اور رخصت ہو جاو۔ تو پھر تاریخ میں آتا ہے کہ تین دن تک لوگ آتے جاتے رہے۔ اور درود شریف پڑھا جاتا رہا۔ صلت علیہ الملا ئکہ والمہاجرون والانصار (۱)۔ تمام مہاجرین اور انصار نے نماز جنازہ پڑھی۔ اب یہ جو شرارتی لوگ ہیں۔ عبداللہ بن سبا کے سکھلانے سے پہلا سوال یہ کرتے ہیں کہ جی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ خلفاء ثلاثہ نے نہیں پڑھا۔ بھئی کیوں نہیں پڑھاکہ یہ تو سقیفہ بنی ساعدہ میں خلافت کے فیصلے کے لئے گئے ہوئے تھے کسی نے جنازہ ہی نہیں پڑھا۔ اور بڑی دیدہ دلیری سے سوال کرتے ہیں کہ حضرت علی نے جنازہ پڑھا یہ کہاں تھے۔ ایک دفعہ مجھ سے بھی یہ سوال کیا گیا۔ میں نے کہا کہ تم بتاو کہ جنازہ جو حضور کا تھا اسمیں حضرت علی کس صف میں کھڑے تھے۔ اور دائیں کھڑے تھے یا بائیں کہنے لگے کہ یہ کیوں پوچھتے ہو۔ ہم نے کہا کہ ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جہاں وہ کھڑے تھے ان کے دائیں طرف وہ کھڑے تھے۔ کہنے لگے ان کا تو پتا نہیں کہاں کھڑے تھے۔ میں نے کہا کہ اگر ان کا نہیں پتا تو ان کا بھی نہیں پتا۔ اب یہ کوئی سوال کرنے کا طریقہ ہے کہ اتنے صحابہ سینکڑوں کی تعداد میں اور سب نے جنازہ پڑھا اور یہ پوچھتے ہو کہ فلاں کہاں تھا اور فلاں کہاں تھا۔ تو یہ جو سوال ہوتے ہیں بڑے فضول قسم کے سوال ہوتے ہیں۔ تو ان کا پھر جواب بھی ایسے ہی ہونا چاہئے ---- میں نے کہا کہ پہلے تم بتاو

(۱) عن ابی جعفر علیہ السلام قال لما قبض النبی صلی اللہ علیہ والہ صلت علیہ الملایکہ والمھاجرون والانصار فوجا فوجا (اصول کافی ج ۳ ص ۲۷ مع الشافی)

حضرت علی کس صف میں تھے۔ جب وہ پوچھیں کہ یہ کیوں پوچھا ہے۔ اسلئے کہ ہم نے اس کے بعد کہنا ہے کہ جہاں وہ کھڑے تھے دائیں طرف وہ تھے۔ اب پوچھیں گے حضرت عثمان کہاں تھے میں کہوں گا بائیں طرف۔ تو ایسے لوگوں کو جواب دینے کے لئے اسی وقت فوری طور پر ذہن میں ہو۔ شک میں پڑ جاتا کہ کیا واقعی انہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن کے بارے میں بے توجہی کی۔ نہ۔ پھر یہ مسئلہ بھی یاد رکھئے کہ میت کو دفن کرنے کا جلد حکم کیوں ہے۔ میت کو دفن کرنے کا جلدی حکم اس لئے ہے کہ بدن کے خراب ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ جب تک جان ہے یہ بدن سالہا سال تک چلتا ہے اور جب جان نکل گئی تو بدن خراب ہوجاتا ہے۔ گلنے سڑنے لگتا ہے تو حکم ہے کہ جتنی جلدی ہو دفن کرو مگر پیغمبر کے جسم کے بارے میں یہ ضمانت دی گئی ہے کہ وہ خراب نہیں ہوتا۔ اور اعتقاد یہ ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کی تازگی اسی طرح ہے جیسے کہ اسے دفن کیا گیا تھا۔ جب کوئی شخص فوت ہوتا ہے تو روح نکلنے کے فورا بعد اس کے بدن کی وہی تازگی ہوتی ہے جو یہاں محسوس کرتے ہیں۔ لیکن آدھ گھنٹے کے بعد یا پندرہ بیس منٹ کے بعد آہستہ آہستہ بدن سکڑنا اور ٹھنڈا ہونا شروع ہوتا ہے۔ اور گھنٹے کے بعد وہ اکڑ جاتا ہے۔ تو یہ تازگی کب تک رہتی ہے ---- اور کیوں کہ رہتی ہے روح کے اثر سے۔ کہ روح جو نکلی ہے اب روح کے اثرات کچھ منٹوں تک تو رہیں گے نا۔ تو جتنے منٹوں تک رہیں گے اتنا عرصہ بدن میں تازگی ہو گی اور پھر بدن اکڑنا شروع ہو جائے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک کے بارے میں محققین کا قول یہ ہے کہ وہ آج بھی اس طرح نرم و نازک ہے جس طرح دنیا میں تھا۔ چودہ سو سال سے زیادہ عرصہ ہوگیا ہے لیکن آپکا بدن ایسا نہیں کہ جان نکلنے کے بعد پتھر ہو جائے یا اکڑے یہ بات نہیں ہے۔ وہ اسی طرح پھول کی طرح تازہ ہے جس طرح پہلے تھا۔ ہدایہ میں لکھا ہے کہ وہ بدن اسی طرح تازہ ہے کہ جس طرح دفن کے وقت تھا۔ (۱) زمانے کے تغیرات نے اسپر کچھ اثر نہیں کیا روح کے اثروت اسپر اب بھی ہیں۔ اب جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک کے بارے میں پہلے سے یہی ضمانت

(۱) وھو الیوم کما وضع (ہدایہ باب الجنائز ج ۱ ص ۱۶)

تھی کہ یہ خراب نہیں ہونے والا ۔ تو اگر صحابہ نے تین دن تک دفن نہیں کیا اور درود پڑھنے والے تین دین آتے جاتے آتے جاتے رہے تو اس میں صحابہ کوئی مجرم نہیں ہیں ۔ لیکن جنہوں نے صحابہ پر اعتراض کرنے ہوتے ہیں ۔ دشمنی کے پیرائے مین وہ بار بار کہہ دیتے ہیں کہ دیکھو تین دن تک نہیں دفن کیا۔ تین دن تک نہیں دفن کیا۔ بھئی تین دن تک اس لئے نہیں دفن کیا کہ پیچھے ضمانت موجود تھی ۔ تو جب ضمانت موجود ہو تو پھر قواعد وہ تو نہیں ہوتے ۔ مثلا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم جاتے تو صحابہ میں سے دو چار Body Guard کے طور پر ساتھ ہوتے ۔ کہ کوئی حملہ نہ کردے ۔ تو جہاں بھی جاتے باڈی گارڈ ساتھ ہوتے ۔ اللہ تعالی نے آیت بھیجی قرآن پاک میں **واللہ یعصمک من الناس** اے اللہ کے پیغبر صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالی آپ کو ان لوگوں کے ہاتھوں سے بچائیں گے ان کے ناپاک ہاتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن کو نہیں لگیں گے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت اترتے ہی کہہ دیا کہ اب میرے ساتھ کسی باڈی گارڈ کی ضرورت نہیں ۔ میرے خدا نے مجھ سے وعدہ کرلیا ہے ۔ (۱) پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے چلتے اور جہاں بڑے بڑوں کے دل دہل جاتے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑا لے کر اکیلے گھومتے کہ میرے ساتھ خدا کا وعدہ ہے ۔ تو جب خدا کا وعدہ ہوا تو اس کے مطابق حالات بنتے ہیں اسی طرح اللہ تعالی کی طرف سے اس بات کی ضمانت تھی کہ یہ بدن مبارک بگڑے گا نہیں اس میں خرابی نہیں ہو گی ۔ اب آپ کو پتہ ہے کہ اگر آدمی نہائے نہ اور گرمی کا موسم ہو تو دو تین دن پسینہ آئے تو کتنی بو پیدا ہو جاتی ہے ۔ تو وہ حق ہے کہ بدن کی حرارت کے ساتھ اور یہ تو اندرونی کیفیات ہیں انکے بعد پسینہ آئے اور بو پیدا ہوجائے تو بالکل فطری بات ہے ۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خوراک تو وہی تھی جو

(۱) عن ابن عباس قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یحرس وکان یرسل معہ عمہ ابوطالب کل یوم رجالا من بنی ھاشم یحرسونہ حتی نزلت واللہ یعصمک من الناس فاراد عمہ ان یرسل معہ من یحرسہ فقال یاعم ان اللہ عزوجل قد عصمنی آپ نے یہ بھی فرمایا **ایھا الناس انصرفوا فقد عصمنی اللہ تعالی** (روح المعانی ج ۳ ص ۳٦۴)

دوسرے مسلمان اور صحابہ کھاتے تھے لیکن وہاں جو پسینہ تھا وہ خوشبو ہوتی تھی ۔ اب وہ خاص طور پر اس بدن کے اپنے حالات ہیں کہ ان کا پسینہ بھی خوشبو ہے ۔ (۱) تو اگر صحابہ نے تین دن تک دفن نہیں کیا تو یہ ایشورٹی پیچھے سے موجود ہے اور اس کے لئے ہمارے پاس کئی شہادتیں ہیں ۔ جن لوگوں کی وہ ہربات کو یہی دیکھو ابھی نبی کو دفن نہیں کیاگیا یہ خلافت کا فیصلہ کر رہے تھے اور یہ نہیں پتہ کہ دنیا کہ تمام آزاد ملکوں میں یہ ہوتا کہ سربراہ کے فوت ہونے کے بعد جب تک اس کا قائم مقام نہ بنا لیا جائے تاج اس کی میت کے سرہانے رکھا رہتا ہے ۔ جب تک اس کو کسی کے سر پر نہ رکھا جائے اس کو دفن نہیں کرتے ۔ تومیں کہہ یہ رہا تھا کہ شیعہ نے یہ جو کہانی بنائی کہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کی ہو چکی تھی اس Nomination کو توڑنے کے لئے سقیفہ بنی ساعدہ کا اجتماع جس میں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کو خلیفہ چنا گیااور انصار اس طرف تھے اور یہ اس طرف اور آپس میں ان کا مکالمہ ہوا بڑی بحث ہوئی اس موقعے پر یہ آواز کیوں نہیں آئی کہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کو مقرر کیا ہوا ہے ۔ اور پھر یہ کہ جب حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کو خلیفہ مقرر کیاگیا حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کے بعد تو آپ یہ کیوں کہتے تھے کہ میں چوتھا ہوں ۔ اس وقت جب اقتدار اپنے پاس آگیا تو یہ کہنا کہ میں پہلا خلیفہ ہوں اس میں کیا دقت تھی لیکن آپ یہی کہتے رہے کہ میں چوتھا ہوں میں چوتھا ہوں ۔ اور پہلے تینوں خلیفوں کا کہتے تھے کہ میری خلافت انکی خلافت پر مبنی ہے ۔ آپ ایک خط میں لکھتے ہیں **بایعنی الذین بایعوا ابابکر وعمر وعثمان علی مابایعوھم علیہ** (۱) مجھے خلیفہ بنانے والے وہی لوگ ہیں جنہوں نے ابوبکر کو خلیفہ بنایا جنہوں نے حضرت عمر کو بنایا ۔ جنہوں نے پھر حضرت عثمان کو بنایا اور مجھ سے بھی خلافت کے وقت وہی شرط لی گئی جو ان سے لی گئی تھی ۔

(۱) عن انس بن مالک قال دخل علینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال عندنا فعرق وجاء ت امی بقاروره فجعلت تسلت العرق فیھا فاستیقظ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا ام سلیم ماھذا الذی تصنعین قالت ھذا عرقک نجعلہ فی طیبنا وھو اطیب الطیب (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۵۷)

(۲) نھج البلاغہ ج ۳ ص ۸ مطبوعہ مصر

اب کسی کو بھی اختیار نہیں کہ وہ کوئی اور راہ اختیار کرے ۔ حضرت علی خود تو اس بات کے مدعی نہیں ہیں کہ مجھے خلیفہ بنایا گیا اور یہ ساری داستان ۔ شیعہ لوگوں کی اپنی من گھڑت ہے اسی ایک مسئلے پر کہ جی ان کا Nominate کر دیا گیا تھا ۔ اب جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ باہر کبھی جاتے تو پیچھے قائم مقام خلیفہ آپ کو بنا دیتے حضرت علی کے لئے تو یہ چارج لینے کا بڑا وقت تھا ۔ پھر بھی ہمارے اپنے سنی نوجوانوں ان کے ذہن میں یہ بات ہونی چاہئے کہ ہماری اپنی تاریخ ماشاء اللہ بڑی روشن ہے ۔ صحابہ کے کارنامے ہمارے پاس موجود ہیں اور تاریخ نے ان واقعات کو جتنا تاریک کر دیا اور تاریخ نے ان میں جتنا اندھیرا پیدا کیا ہے ہمارے پاس اتنی روشنی موجود ہے جو ان واقعات کی ایک ایک کڑی کو بڑا نکھار کر پیش کرتی ہے ۔ لیکن کوئی پڑھے بھی ۔ نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ شیعہ نوجوان کو گو اسکی دنیوی تعلیم تھوڑی سی ہو اس کو بنیادی طور پر پتہ ہوتا ہے کہ ہمارے نظریات اور عقائد کیا ہیں اور ہمارے ساتھی اتنے کمزور ہوتے ہیں کہ ذرا سوال ہو تو بھاگے بھاگے آتے ہیں کہ جی کیا یہ بات ٹھیک ہے ۔ اپنے آپ پڑھنے کی ضرورت ہی کیا ہے ۔ ہاں تو بات قرآن پاک میں ہر چلی آرہی تھی کہ یہودی جو ہیں مسلمانوں کے پرانے دشمن ہیں اور یہ انکی تاریخی سازش ہے جسنے مسلمانوں میں صحابہ کرام کے خلاف ذہن سازی کی ۔ یہ سلسلہ یہودیوں نے قائم کیا تھا ۔ یہودیوں نے ۔ ایک یہودی عبد اللہ بن سبا اس کا نام تھا وہ مسلمان بن کر آیا مسلمانوں میں (۱) اور کہا کہ میں مسلمان ہوں ۔ اور اس نے پراپیگنڈہ شروع کیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف شیعت یہیں سے پھیلی ہے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف جو بھی کوئی بات کرے سمجھ لو کہ یہ اس طرف کا ہے ۔

---

(۱) شیعہ حضرات کی مشہور اسماء الرجال کی کتاب رجال کشی میں ہے **ان عبد الله بن سبا كان يهوديا فاسلم ووالى عليا عليه السلام وكان يقول وهو على يهوديته فى يوشع بن نون وصى موسى بالغلو فقال فى اسلامه بعد وفات رسول الله صلى الله عليه واله فى على عليه السلام مثل ذالك وكان اول من اشهر القول بفرض امامه على واظهر البراء ه من اعدائه وكاشف مخالفيه واكفرهم فمن ههنا** (رجال کشی ص ۷۱)

ایک دن نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ذکر فرما رہے تھے کہ میرے بعد بڑے بڑے فتنے اٹھیں گے ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ ایک فتنہ اس طرح اٹھے گا جس طرح دریا میں طوفان اٹھتا ہے ۔ تو صحابہ رضوان اللہ اجمعین پریشان ہوئے اور کہنے لگے کہ اگر فتنے اٹھیں اور اس طرح اٹھیں جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعلان فرماتے ہیں تو ہمارا کون ہے ہم کیا کریں ۔ ہمیں کوئی بچاؤ کی بات بتائیں ۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو ۔ جب اس امت میں اختلافات اٹھیں گے اور طرح طرح کے فتنے اٹھیں گے تو میں تمہیں نشان دئے جاتا ہوں ۔ نشان ۔ سلامتی کا نشان تو ہوگا ۔ تو سب صحابہ متوجہ ہوئے کہ کیا بات ہوتی ہے ۔ فرمایا ۔ دور سے ایک آدمی آ رہا تھا سر اس نے ڈھانپا ہوا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ **هذا يومئذ على الهدى** کہ جس دن اس امت پر فتنوں کی بارش ہو گی اس دن یہ شخص ہدایت پر ہوگا جدھر یہ ہو ادھر ہونا ۔ صحابہ دوڑ کر دیکھنے لگے کہ وہ کون ہے ۔ اس نے چہرے سے جب چادر اٹھائی اور تو وہ عثمان غنی تھے ۔ (۱) تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد نے یہ جو ہمارے سامنے پیش کیا کہ جب بھی اس طرح بات ہو تم نے دیکھنا ہے کہ عثمان کس طرف ہے جدھر عثمان ہے تمہارا ووٹ تمہاری رائے اس طرف ہونی چاہئے ۔ تو جب اختلافات پیدا ہوئے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جان جان آفریں کے سپرد کی اور جام شہادت نوش فرمایا ۔ پس حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی اس امت کے لئے حق کا نشان ہیں اور ان کے لئے مسلمانوں کو غیرت آنی چاہئے کہ ان کے خلاف کوئی باتیں سننے کو تیار ہوں ۔ جب سے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اس دنیا میں تشریف لائے کوئی انسان ایسا نہیں ہوا کہ جس کے نکاح میں پیغمبر کی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے آئی ہوں ۔ سوائے حضرت عثمان کے کہ حضرت آدم سے لے کر آپ تک اسکی کوئی مثال نہیں ۔ اور حضرت عثمان غنی بڑے آدمی ہیں ۔ میں اپنے بھائیوں سے یہ التجا کرتا ہوں کہ مسلمانوں کو خاص طور پر اپنی اولاد کو بیٹوں کو یا بیٹیوں کا اگر اپنی تاریخ

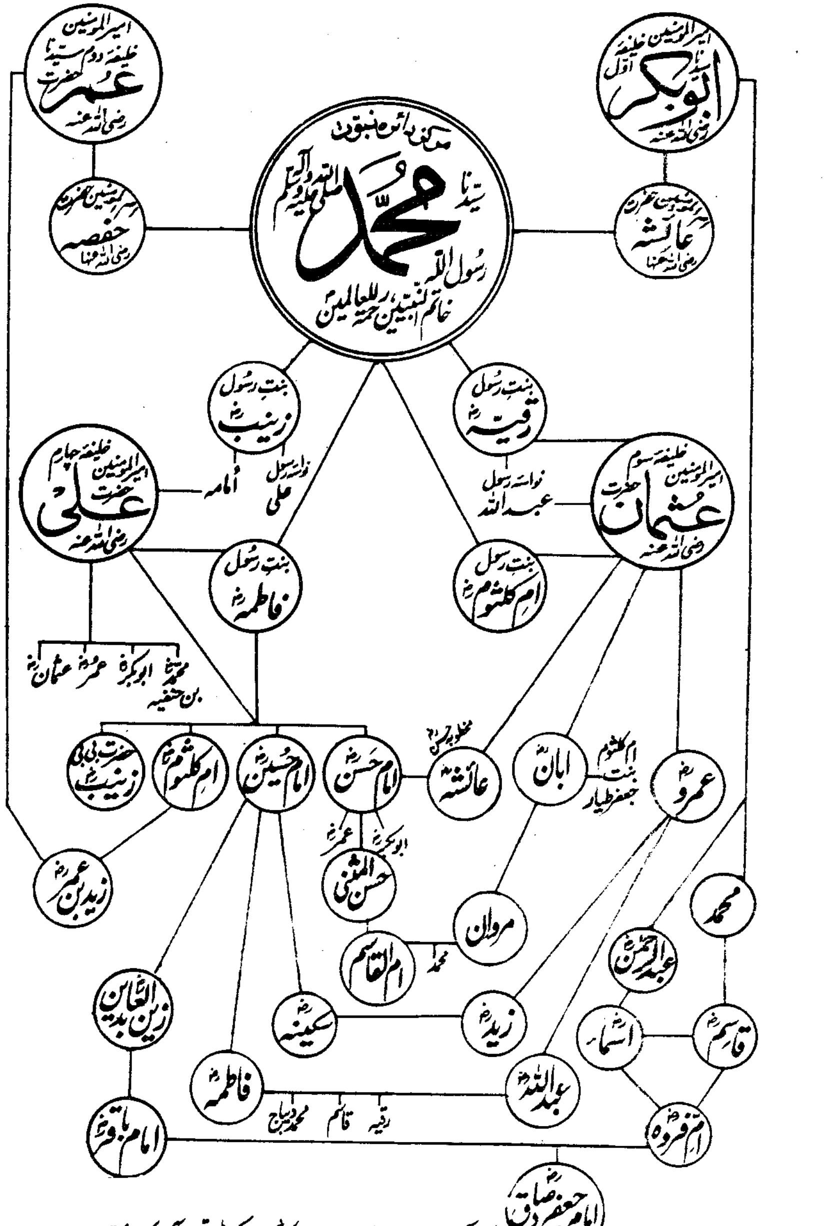
---

(۱) **وذكر الفتن فقربها فمر رجل مقنع فى ثوب فقال هذا يومئذ على الهدى فقمت اليه فاذا هو عثمان بن عفان فاقبل عليه بوجهه فقلت هذا قال نعم - هذا حديث حسن صحيح** (جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۱۱)

نہیں بتائیں گے ۔ تو انکے عقائد درست نہ رہ سکیں گے ۔ ایک ہے دینیات سیکھنا اور ایک ہے اپنے عقائد کی حفاظت کرنا کہ نماز پانچ وقت کی پڑھنی ہے ۔ یہ دینیات ہے اور اسی طرح کہ رمضان کے روزے رکھنے ہیں اور ایک ہے اپنی تاریخ کو زندہ رکھنا ۔ جب تک آپ اپنی تاریخ ان کو نہیں بتائیں گے اہلسنّت والجماعت کے عقیدے پر وہ نہیں رہ سکتے ۔ اور یاد رکھو ۔ نجات اہلسنّت والجماعت کے سوا اور کسی کی نہیں ۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جتنے بھی فرقے ہیں سب ناری سوائے ایک طبقے کے اور وہ کون لوگ ہیں جو میرے صحابہ کے ساتھ ہیں ۔ تو صحابہ کے ساتھ ہونے والی جماعت کو کہتے ہیں اہلسنّت والجماعت ۔ سنت نبی کی اور جماعت بھی نبی کی جنہیں صحابہ کہا جاتا ہے ۔ تو اس دیار غیر میں آپ اگر چاہتے ہیں کہ ہماری اگلی اولادیں مسلمان رہیں تو ان کے ساتھ اتنی بات کافی نہیں کہ نماز پڑھ لیں اور روزے رکھیں ۔ عقیدے کو درست کرنے کے لئے عقیدہ اہلسنّت والجماعت ضروری ہے ۔ اور اہلسنّت والجماعت وہ ہیں جو نبی اور صحابہ کو ملا کر رکھیں ۔ اور جو نبی اور صحابہ کو ملا کر نہیں رکھتے وہ ان میں سے نہیں ہیں ۔ اللہ تبارک تعالی نے ہمیں اس پر مطلع فرمایا کہ یہ اختلاف پیدا کرنے والے جو تھے وہ یہودی تھے ۔ تو عبد اللہ بن سبا یہودی حضرت علی کے وقت میں ظاہر ہوا اور اس نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کی مخالفت کا آغاز کیا ۔ اور اس سے پوچھا گیا کہ عثمان تو برے ہیں تو حضرت علی ۔ تو چاہئے تھا نا کہ وہ اچھے ہیں ۔ کہنے لگا کہ حضرت علی خدا ہیں ۔ یعنی اہل بیت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ داروں کو صحیح شکل میں قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھا یہودی نے آپکو خدا کہا جب خدا کہا تو حضرت علی کو کسی نے اطلاع دے دی ۔ تو آپ نے اس زندہ کو آگ میں ڈال دیا ۔ حالانکہ آگ کا عذاب جو ہے نہ وہ خدا کا عذاب ہے ۔ یعنی جو حکومتیں اور قاضی ہیں وہ پتھروں کا قتل کی سزا تلوار کی سزا لوہے کی سزا دے سکتے ہیں ۔ لیکن جو سزا خدا کی ہے وہ دینی منع ہے ۔ اے لوگو تم نے کسی دشمن سے بدلہ بھی لینا ہو تو جو عذاب خدا کا ہے اس میں آگ کا عذاب دینا بعض علاقوں میں ایسے لوگ ہیں جو خارجی ذہن کے ہیں ۔ حضرت علی کے بھی مخالف ہیں لیکن ـــ تو مجھے کسی نے کہا کہ تم علی کی شان بیان کرتے ہیں انہوں نے تو عبد اللہ بن سبا یہودی کو آگ کی سزا دے دی حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ کسی تو وہ عذاب نہ دو کہ جو

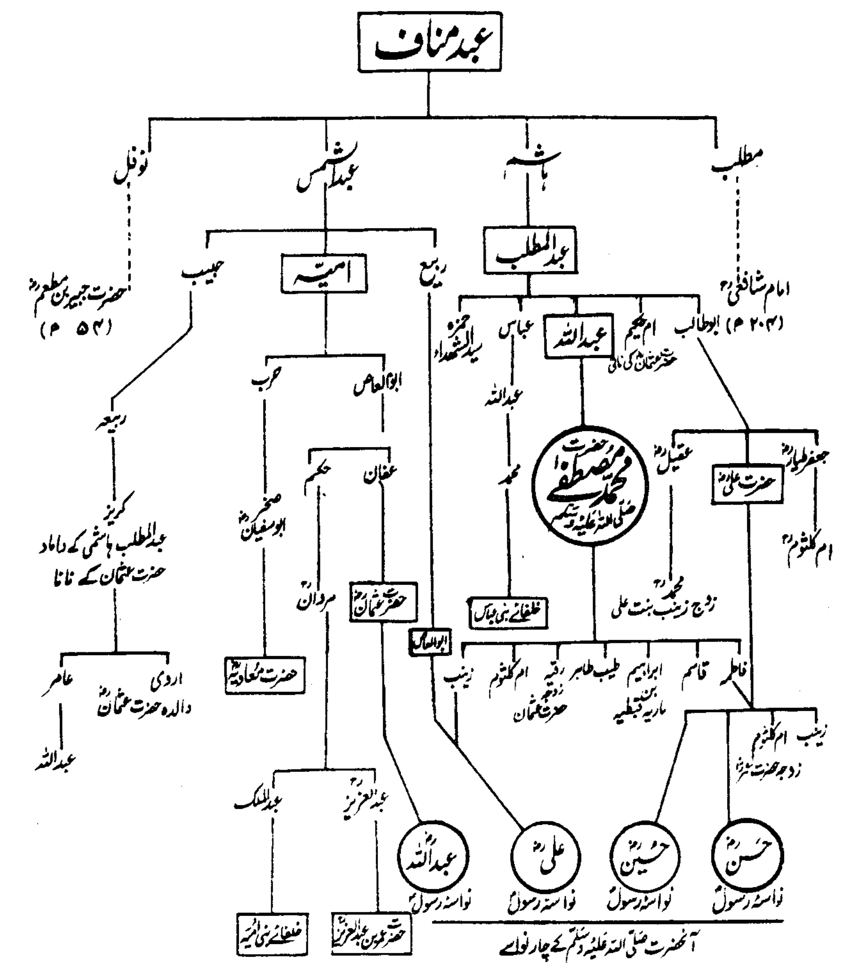
اللہ تعالی دیتا ہے ۔ تو میں نے کہا کہ کس کو ۔ کہنے لگے کہ عبد اللہ بن سبا کو ۔ میں نے کہا کہ اس نے کیا کہا تھا ۔ اس نے کہا تھا کہ علی خدا ہیں ۔ تو جب اس نے کہا تھا کہ علی خدا ہیں تو علی نے کہا کہ اس کو سزا بھی وہ دوں جو خدا دیتا ہے تاکہ اس کی کوئی بات تو پوری ہوئی ۔ تو مرتے وقت اس کی بات پوری کر دی ۔ اللہ تبارک تعالی جل شانہ توفیق عطا فرمائے ۔ تو میں پھر نوجوانوں سے درخواست کروں گا کہ یہ جو تاریخ ہے خاص طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر آخرت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخرت کے سفر پر بیمار ہوئے ۔ کیا حالات پیش آئے اور گورنمنٹ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کیسے بنی ۔ ربیع الاول کے موقع پر لیکن خاص اس سفر آخرت کو اس ترتیب سے یاد رکھنا جس ترتیب سے میں نے آپ کے سامنے بیان کیا ۔ یہ ضروری ہے اور سارے لوگ تو یہاں آتے نہیں ۔ آپ کے اپنے بیٹے بیٹیاں اور آپ نوجوان ان کو یہ لائن جو ہے صحیح عقیدہ ہونے کی وہ کون بتائیں گے ۔ یہ آپ کے ذمے ہے ۔ مجھ سے کبھی کسی نے آکر یہ نہیں پوچھا کہ جی ہمارے بیٹے بیٹیاں تو درس میں نہیں آتے تو ان کے عقیدے درست کرنے ہیں تو کون سی کتاب پڑھیں ۔ حالانکہ کہ اگر پوچھیں تو ہم بتا سکتے ہیں ۔ جواب دے سکتے ہیں ۔ اللہ تبارک تعالی نے نجات اسی میں رکھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کا جو طریقہ ہے وہی دین ہے ۔ لوگ عمل نہ کریں تو گناہ گار ہیں ۔ لیکن اگر عمل کرنا ہے تو اسلام وہی ہے جو اہلسنّت والجماعت کا ہے اور جتنے لوگ بھی ہیں وہ پٹڑی سے اترے ہوئے ہیں ۔ اللہ تعالی ہمیں اہل سنت والجماعت کے اس طریقہ پر قائم اور دائم رکھے ۔

وما علینا الا البلاغ المبین



آپ کی والدہ محترمہ ام فروہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی پڑپوتی اور آپ کی نانی محترمہ حضرت اسماء حضرت ابوبکرؓ کی پوتی تھیں (اصول کافی ص ۴۷۲ ج ۱) اسی لیے حضرت امام جعفر صادق فرمایا کرتے تھے کہ مجھے حضرت ابوبکرؓ نے دو دفعہ جنا ہے (تہذیب التہذیب)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جدِ اعلیٰ (دادا کے دادا)



تالیف
ڈاکٹر علامہ خالد محمود
ڈائریکٹر اسلامک اکیڈمی مانچسٹر

دار المعارف
الفضل مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

دفتر تنظیم اہل السنۃ — ابدالی روڈ، نواں شہر ملتان

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

شیعہ روایات کی روشنی میں

آپ کا پر افتخار خطاب صدیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عطا کردہ ہے آپ نے ان سے فرمایا تھا کہ اے ابوبکر تو صدیق ہے (تفسیر قمی ص ۱۵۷ طبع ایران) امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ ابوبکر صدیق ہیں صدیق ہیں صدیق ہیں جو انہیں صدیق نہ کہے خدا تعالی اسکی کسی بات کو دنیا وآخرت میں سچا نہ کرے (کشف الغمہ ص ۲۲۰ طبع ایران) - آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ ابوبکر صدیق میرے نانا ہیں (احقاق الحق ص ۷) حضرت ابوبکر نے تمام سوسائٹی اور متعلقین کے حشمت ورعب کی پرواہ نہ کرتے ہوئے حضور کی رفاقت ومحبت کو سب پر ترجیح دی تھی (غزوات حیدری) امام باقر کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالی نے حضور کو ہجرت کا حکم دیا تو فرمایا کہ ابوبکر کو بھی ساتھ لے لے (تفسیر امام حسن عسکری ص ۱۹۴ ایران) حضرت ابوبکر نے شب ہجرت بار نبوت اپنے کندھوں پر اٹھایا (غزوات حیدری) جن کے گھر سے حضور کیلئے غار میں کھانا پہنچتا رہا (ایضا) آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ **لست بمنکر فضل ابی بکر** میں ابوبکر کی فضیلت کا منکر نہیں ہوں (احتجاج طبرسی ص ۲۲۹ ایران) حضرت علی کہتے ہیں کہ حضور نے مجھ سے فرمایا کہ اگر میری وفات ہوجائے تو لوگ ابوبکر کی بیعت کریں گے (فروع کافی کتاب الروضہ ص ۱۶۰) - حضرت علی مرتضیٰ نے بھی آپ کی بیعت کرلی تھی (ایضا ص ۱۲۶) حضرت علی مرتضیٰ حضرت ابوبکر کے پیچھے نماز ادا کیا کرتے تھے (احتجاج طبرسی ص ۶۰ ایران) حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کے ساتھ حضرت علی کو حضرت فاطمہ سے نکاح پر آمادہ فرمایا (جلاء العیون ص ۱۱۱) حضرت فاطمہ الزہراءؓ کا جہیز آپ نے ہی خریدا تھا (بحار الانوار ج ۱۰ ص ۳۵ ایران) حضرت فاطمہ الزہراء کی وفات حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں ہوئی حضرت ابوبکر کی بیوی نے حضرت فاطمہؓ کو غسل دیا تھا (بحار الانوار ج ۱۰ ص ۵۵) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری وقت میں حضرت ابوبکر کو اپنی جگہ امام مقرر فرمایا (ناسخ التواریخ ج ۱ ص ۵۴۷) حضرت علی مرتضیٰؓ نے اپنے ایک بیٹے کا نام ابوبکر رکھا تھا (جلاء العیون ص ۱۹۳) حضرت امام حسنؓ نے بھی اپنے ایک بیٹے کا نام ابوبکر رکھا (ایضا) اور حضرت امام حسینؓ کے ایک بیٹے کا نام بھی ابوبکر تھا (تاریخ الائمہ ص ۸۳)